اسلامی تصورات اور صالح ادب کا ترجمان

# رضوان

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

مدیر مسئول

**سید محمود احمد رضوی**

۱۹۸

اہل سنت وجماعت کا پاک و ہند میں اپنی شان کا واحد ترجمان

# رضوان

پندرہ روزہ لاہور

جلد ۹ ٭ ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ ٭ شمارہ ۲۴

## ترتیب !



مدیر مسئول: سید محمود احمد رضوی

چندہ: سالانہ -/۶ روپے
ششماہی ۳/۸ "



سید محمود احمد رضوی پرنٹر پبلشر نے کواپریٹو پریس لاہور میں چھپوا کر دفتر رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور سے شائع کیا۔

# بہارِ مدینہ

حضرت مولینا حسنؔ بریلوی علیہ الرحمۃ

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنّتیں ہیں نثارِ مدینہ

مبارک رہے عندلیبوں تمہیں گل
ہمیں گل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ

بنا شہ نشیں خسروِ دو جہاں کا
بیاں کیا ہو عزّ و وقارِ مدینہ

مری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

کبھی تو معاصی کے خرمن میں یارب
لگے آتشِ لالہ زارِ مدینہ

رگِ گل کی جب نازکی دیکھتا ہوں
مجھے یاد آتے ہیں خارِ مدینہ

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

جدھر دیکھئے باغِ جنّت کھلا ہے
نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ

رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے
مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

حرم ہے اسے ساحتِ ہر دو عالم
جو دل ہو چکا ہے شکارِ مدینہ

دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا
ہمیں اک نہیں ریزہ خوارِ مدینہ

بنا آسماں منزلِ ابنِ مریم
گئے لامکاں تاجدارِ مدینہ

مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے
خدایا دکھا دے بہارِ مدینہ

شرف جن سے حاصل ہوا انبیا کو
وہی ہیں حسنؔ افتخارِ مدینہ

# لمحاتِ فکر

(ادارہ)

## • زائرین حرمین کی حالتِ زار !

"نوائے وقت" کے ایک مراسلہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو لوگ ایجنٹوں کے ذریعہ بصرہ و بغداد کے راستہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے تھے ان میں سے بہت سے تو بھوک بیماری اور راستہ کی صعوبتوں کی وجہ سے راہیِ ملکِ عدم ہو گئے۔ اور کچھ انتہائی کس مپرسی کی حالت میں واپس آ گئے اور باقی ابھی تک عراق و اردن میں بھوک فاقہ سے نڈھال بھیک مانگ کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حکومت پاکستان کو بھی اس صورت حال کا علم ہے لیکن حکومت نے ابھی تک ان مظلوم پاکستانیوں کی واپسی کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے۔

اگرچہ حکومت پاکستان ان لوگوں کی آمد و رفت کی ذمہ داری نہیں لیتی ہے۔ جو مقررہ راستہ کے علاوہ زیارتی پاسپورٹ حاصل کر کے بصرہ و بغداد کے راستہ سفر حج کے لئے روانہ ہوتے ہیں لیکن جو صورت حال اب پیدا ہو گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایجنٹوں کی بے ایمانی و غداری کی وجہ سے بعض پاکستانی عراق و اردن میں بھیک مانگ رہے ہیں اور ملک کی بدنامی کا باعث ہو رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو انسانیت کے نام پر نہیں تو ملک کے وقار اور اس کی ساکھ کو قائم رکھنے ہی کے لئے پاکستان واپس لانے کا انتظام کیا جائے۔ آخر ان کو اس مصیبت سے نجات دلانا بھی تو ضروری ہے۔

**ثانیاً** — حکومت پاکستان نے حج کے سلسلہ میں جو نظام قائم کر رکھا ہے وہ نہایت ناقص اور غیر تسلی بخش ہے۔ فریضہ حج کی ادائیگی میں ایسی پابندیاں اور رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں کہ ہزاروں مسلمان سالہا سال قرعہ اندازی میں نام نہ آنے کی وجہ سے فریضہ حج ادا نہیں کر سکتے۔ جب یہ لوگ بالکل مایوس ہو جاتے ہیں تو پھر وہ ان ایجنٹوں کے ذریعہ اس سفر کو روانہ ہوتے ہیں جو زیارتی پاسپورٹ کے ذریعہ بصرہ بغداد کے راستہ لے جانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

لیکن یہ ایجنٹ نہایت ظالم اور خائن واقع ہوئے ہیں۔ سفر سے پہلے تو بہت سبز باغ دکھاتے ہیں اور سفر کی ہر ذمہ داری کو قبول کر لیتے ہیں۔ فیس کے علاوہ فاضل روپیہ بھی حجاج سے حاصل کر لیتے ہیں لیکن جب سفر شروع ہو جاتا ہے تو ان کی آنکھیں بدل جاتی ہیں۔ یہ طرح طرح کے فریب دے کر عازمین حج کو خوب خوب لوٹتے ہیں اور جب ان کی جیبیں اچھی طرح گرم ہو جاتی ہیں تو پھر یہ زائرین کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہیں اور اس طرح زائرین کو ان مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ایسے ظالم دھوکہ باز اور خائن ایجنٹوں کے چنگل سے عوام کو اسی صورت میں بچایا جا سکتا ہے۔ جبکہ حکومت ایسے تمام اداروں کو خلاف قانون قرار دے دے جو حکومت کے مقرر کردہ راستہ کے علاوہ بصرہ و بغداد کے راستہ عوام کو تیار کرتے ہیں اور زیارتی پاسپورٹ کے ذریعہ حجاز مقدس تک پہنچانے کا ذمہ لے کر عوام کو بے پناہ مصائب و آلام میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ہمیں امید ہے حکومت پاکستان اس سلسلہ میں موثر قدم اٹھائے گی۔ ان مظلوم زائرین کو واپس لانے کا بھی انتظام کرے گی اور ان خائن اور ظالم ایجنٹوں اور اداروں پر بھی پابندی عائد کر دے گی۔

## لاء کمیشن !

سنا جا رہا ہے کہ حکومت نے مشہور منکرِ حدیث پرویز کو لاء کمیشن سے الگ کر دیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حکومت کا یہ اقدام قابلِ صد تحسین ہے کیونکہ لاء کمیشن کے دائرہ کار میں کتاب اور سنت دونوں شامل ہیں۔ اور پرویز سنت رسول کی حجیت کے قائل نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں ان کو کمیشن سے وابستہ رکھنا ایسے ہی تھا جیسے کسی یہودی المذہب کو کمیشن میں شامل رکھا جاتا۔ لیکن ابھی ایک منزل اور باقی ہے۔ حکومت نے لاء کمیشن میں دیوبندی، اہلحدیث شیعہ حتیٰ کہ جماعت اسلامی کے اصلاحی صاحب کو بھی شامل کیا ہے مگر اہل سنت وجماعت کا کوئی نمائندہ نہیں لیا گیا۔ حالانکہ کمیشن کے کام کو کامیاب بنانے اور اس کی سفارشات میں قوت پیدا کرنے کے لئے یہ بہت ضروری تھا کہ اہلسنت وجماعت کے علما بھی کمیشن میں شامل کئے جاتے۔

جب سے افراد کمیشن کا اعلان ہوا ہے اہل سنت برابر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مندرجہ ذیل علما اہل سنت کو کمیشن میں شامل کیا جائے:

۱۔ حضرت علامہ ابوالحسنات صدر جمعیۃ العلما
۲۔ " " " کاظمی صاحب ناظم اعلیٰ " "
۳۔ " " " عبدالغفور صاحب نائب صدر " "

لیکن حکومت نے ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اگر حکومت اہل سنت وجماعت کے نمائندوں کو کمیشن میں شامل کرے گی تو اس سے ایک تو کمیشن کو اہل سنت کا اعتماد حاصل ہو گا دوسرے ان کی صحیح صحیح نمائندگی بھی ہو جائے گی جو پورے ملک میں بلا شبہ سواد اعظم ہیں اور اگر اہل سنت کو نمائندگی نہ دی گئی تو موجودہ ارکان کمیشن کی سفارشات سے اہل سنت مطمئن نہیں ہوں گے۔

## مظفر علی شمسی کا بیان !

ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان کے سیکرٹری مظفر علی شمسی نے موضع حسو بلیل کے واقعہ کے متعلق اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ:

"موضع حسو بلیل کے واقعہ کو غلط رنگ دے کر فرقہ وارانہ فضا مکدر کی جا رہی ہے۔ میں وثوق سے اعلان کرتا ہوں کہ اس واقعہ کا حضرت عمر خلیفہ ثانی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

(رضاکار یکم دسمبر ۱۹۵۷)

رضوان / حسو بلیل کا سانحہ عدالت میں زیر سماعت ہے

اب یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ اصل واقعہ کی تحقیق کرے اور عدالت ہی یہ بتا سکتی ہے کہ آیا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین کی گئی ہے یا نہیں۔ لیکن شمسی صاحب کا یہ الزام کہ اخبارات نے اس واقعہ کو غلط رنگ دے کر فرقہ وارانہ فضا کو مکدر کیا ہے بالکل غلط ہے۔ اخبارات کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کی مذمت کی اور احتجاج کیا جس میں وہ بالکل حق بجانب ہیں

کیا شمسی صاحب کو اگر یہ اطلاع آئے کہ فلاں مقام پر خارجیوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین کی ہے اور شمسی صاحب اس خبر پہ احتجاج کریں۔ ریزولیوشن پاس کریں۔ حکومت سے مطالبہ کریں کہ مجرمین کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ تو کیا اس احتجاج و مطالبہ کو بھی شمسی صاحب فرقہ وارانہ فضا میں تکدر پیدا کرنا قرار دیں گے۔

اگر نہیں تو پھر جسو بلیل کے سانحہ سے متعلق اخبارات کو مورد الزام بنانا کیونکر درست ہوگا۔

اگر شمسی صاحب اپنی اس منطق کی صحت پر مصر ہیں تو ہم گزارش کریں گے کہ وہ خود اور ان کے اخبارات بھی کسی ایسے واقعہ پر جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے تنقید و تبصرہ و احتجاج نہ کیا کریں۔ کیونکہ آپ کی مذکورہ بالا منطق کی رو سے اس سے بھی فرقہ وارانہ فضا مکدر ہوگی۔



# انصاف کہاں ہے؟
# انصاف یہاں ہے!

## مدیر تجلی دیوبند کے نام

رسالہ تجلی دیوبند کے ایڈیٹر جو مسلک و عقیدہ کے لحاظ سے نامی دیوبندی اور وہابی ہیں اور ہندوستان میں جماعت اسلامی کے سرفروش و بیباک حامی ہیں نے راقم الحروف کے ایک مضمون پہ جو ۲۶ جون ۱۹۵۵ء کے نوائے پاکستان لاہور میں شائع ہوا تھا تنقید کی ہے۔ مدیر تجلی اگر صرف تنقید و انتباہ پر اکتفا کر لیتے تو روٹی تو شاید ان کی پھر بھی ہضم ہو جاتی۔ ہاں اگر میں انتباہ کا اثر نہ لیتا اور اپنی قلم سے نکلی ہوئی بات پر اڑا رہتا تو پھر ان کو اختیار تھا کہ وہ جیسے چاہتے مجھے نشانہ ہدف و ملامت بناتے۔ مدیر تجلی نے انتباہ سے پہلے حسب عادت اپنے مخصوص انداز میں میرا تعارف کرایا ہے۔ کہ یہ محمود رضوی وہ ہے جو حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب کلی (یعنی علم ما کان وما یکون) کا اثبات کرتا ہے۔ پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے خوب خوب برسے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ

"حضور کے لئے علم غیب کلی ماننا لایعنی و شرمناک و شرک جلی اور دیوبالائی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے پاگل۔ بے عقل۔ بوالعجب۔ بے وقوف نافہم ہیں۔"

پھر میرے ہم عقیدہ پوری جماعت کے متعلق لکھا ہے کہ:

"یہ لوگ اللہ سے زیادہ اولیا کی کارسازیوں سے ڈرتے ہیں خاک کے ڈھیروں پر سر نیاز خم کرکے توحید و رسالت کا مذاق اڑاتے ہیں قوالی کی تانوں پر روحانیت کی شراب کشید کرتے ہیں۔ قرآن سے ناراض ہیں۔ کلمہ طیبہ کو اس لئے ناپسند کرتے ہیں کہ اس میں پہلے محمد[ع] کی عبدیت ثابت کی گئی ہے"

وغیرہ وغیرہ۔

تجلی دسمبر ۱۹۵۷ء صـ ۶۶ (خلاصہ)

ظاہر سی بات ہے کہ ہمارے کسی بھی نظریہ پر مذکورہ بالا پھبتیوں اور لفاظیوں سے تبصرہ کرنا دلائل تو نہیں ہیں بلکہ دلائل سے تہی دامن ہونے کی دلیل ہے۔ یوں تو ہم بھی مدیر تجلی کے کسی بھی نظریہ کو لے کر بالکل انہی مذکورہ بالا لفظوں میں خطاب کر سکتے ہیں مگر بات پھر خلوص وللہیت کی نہیں ذات کی ہو جائے گی۔ اور چونکہ یہ موقع بھی ایسا ہے کہ اس مضمون میں مجھے اپنے ایک فرض سے سبکدوش ہونا ہے۔ اسی کے متعلق اس وقت خاموشی اختیار کرتا ہوں ورنہ میں مدیر تجلی کو بتاتا کہ جس عقیدہ کو آپ دیومالائی عقیدہ کہہ رہے ہیں سلف صالحین میں سے کون کون ایسے دیومالائی اور شرک جلی عقیدہ کا اظہار کر چکے ہیں اور کتاب و سنت کی نصوص صریحہ اسی عقیدہ کی تائید میں کیا فرماتی ہیں۔

خیر اس پر تو ان شاء اللہ کسی دوسری مجلس میں مدلل بحث کی جائے گی اس وقت تو اصل واقعہ سے متعلق وضاحت کرنی ہے اور وہ یہ ہے:

میں نے نوائے پاکستان میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مودودی صاحب قضاء و قدر کو جزو ایمان نہیں سمجھتے۔ حالانکہ مسئلہ تقدیر جزو ایمان ہے۔ اور اس کے ثبوت میں ان کے ایک رسالہ مسئلہ جبر و قدر کے حوالہ سے یہ عبارت بھی لکھی تھی۔ کہ

"ہر چند کہ مسئلہ جبر و قدر میرے نزدیک جزو ایمان نہیں!"

دسمبر کا تجلی پڑھا تو اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ الفاظ مودودی صاحب کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ فقرہ اس شخص کی عبارت کا ہے جس کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے چنانچہ میں نے جب تجلی میں یہ پڑھا تو فوراً بازار سے کتاب منگائی۔ اور اس کی تصدیق ہوگئی۔

یہ غلطی اور چوک مجھ سے ہوئی جس کی میں پرزور الفاظ میں سب سے معذرت کرتا ہوں۔ دراصل یہ لغزش مجھ سے یوں ہوئی کہ اخبار اہلحدیث میں میں نے ایک مضمون مسئلہ تقدیر سے متعلق پڑھا تھا۔ اور اس میں مضمون نگار نے اس عبارت کا قائل مودودی صاحب کو ظاہر کیا تھا۔ میں نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے مضمون میں بھی یہ عبارت لکھ کر تبصرہ کر دیا۔ میری اس وضاحت کے بعد مذکورہ بالا الزام سے قارئین بھی مودودی صاحب کو بری سمجھیں۔ اس کے بعد مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ دسمبر کے تجلی کے مطالعہ سے قبل مجھے اس امر کی طرف کسی نے توجہ نہیں دلائی اگر ترجمان یا تجلی میں اس کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے تو وہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ کیونکہ تبادلہ میں سینکڑوں رسائل آتے ہیں جن کی

---

ع : مدیر تجلی نے صرف نام اقدس ہی لکھا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا۔

نئے سرخیوں کے پڑھنے کا بھی بعض اوقات وقت نہیں ملتا۔ مجھے اگر اس کے متعلق خبر ہو جاتی تو جیسے اب میں نے وضاحت کر دی ہے اسی وقت بھی میں اس کے اظہار میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتا۔ کیونکہ مجھے بفضلہٖ تعالیٰ کسی سے ذاتی بغض و عناد نہیں ہے اور نہ میں اس امر کو جائز سمجھتا ہوں۔ کہ اپنے مسلک و عقیدہ کے مخالف پر جائز و ناجائز ہر طرح کے الزام قائم کر دیئے جائیں۔

میری تو یہ دعا ہے کہ رب العزت جلّ مجدہٗ مجھے اس تنقید کے لئے قلم اٹھانے کی مہلت ہی نہ دے جس میں خلوص و للّٰہیت نہ ہو۔

(سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان)

---

# تعارف و تبصرہ

## کتاب واعظ /

مرتبہ: مولانا علامہ ابوالنور محمد بشیر
مدیر "ماہ طیبہ"

صفحات ۳۲۰ سائز ۱۸×۲۲/۸

قیمت: ۵/- روپے

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں
(ضلع سیالکوٹ)

کتاب "واعظ" حضرت محترم مولانا الحاج علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ کے بارہ حسین وجمیل دلکش و دلچسپ اور مدلل ومبسوط مواعظ کا مجموعہ ہے۔ ہر وعظ میں قرآن وحدیث واقوال سلف کے ساتھ ساتھ مستند حکایات نتیجہ خیز لطائف پر مغز اشعار درج ہیں۔

آیات واحادیث واقوال ائمہ ومحدثین کے اصل حوالے مع صفحہ کے دیئے گئے ہیں۔ اور ان وعظوں میں اہل سنت وجماعت کی تائید وحمایت کے ساتھ ساتھ فرقہ باطلہ کا عام فہم انداز میں ردّ و ابطال بھی ہے اور مغربی تہذیب وتمدن اور اس کے اثرات بد سے قوم کو بچانے کے لئے موثر انداز میں توجہ دلائی گئی ہے۔

عنوانات وعظ مندرجہ ذیل ہیں:

٭ وعظ رسالت ٭ وعظ توحید
٭ وعظ فضائل رسول ٭ وعظ رحمت عالم
٭ وعظ کوثر ٭ وعظ نور مجسم
٭ وعظ معراج ٭ وعظ انتم الاعلون

٭

٭ وعظ اتباع رسول ٭ وعظ اللہ کی بندگی
٭ وعظ دنیا اور ہم ٭ وعظ اسلام

یہ بارہ وعظوں کے سرعنوان ہیں مگر ہر عنوان میں متعدد عنوان ہیں۔ وعظ کا یہ مجموعہ مبتدی طلبا اور کہنہ مشق مقررین کے لئے بھی مفید ہے۔ اور عوام کے لئے بھی اس میں ہدایت و موعظت کا سامان موجود ہے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ کتاب واعظ سے مسلمانوں کا کوئی گھر خالی نہیں رہنا چاہئے اور اہل سنت وجماعت کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔

٭ کتاب واعظ دفتر رضوان لاہور سے بھی مل سکتی ہے قیمت ۵/ روپے علاوہ محصول ڈاک۔

ادارہ رضوان

خار و گل

# ڈگلسپوری خرافات کے جوابات

(ابوالاسد کے دیوبندیت شکن قلم سے)

ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ ڈگلسپورہ لائل پور کے دیوبندی[عہ] اخبار پاکستانی کی لایعنی اور مہمل تحریرات کے جواب میں قلم اٹھائیں. کیونکہ اس پرچہ میں سوائے میراثیانہ پھبتیوں اور سوقیانہ گفت گو کے اور تو کچھ ہوتا نہیں. مگر چونکہ عوام کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے. اس لئے مجبوراً اخبار پاکستانی کی لغویات کے جوابات تحریر کیے جاتے ہیں.

دیوبندی اخبار پاکستانی لائل پور کا ایڈیٹر لکھتا ہے :

۱. "بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا کہ ابھی اس کا بدن رطوبتِ رحم سے گیلا ہے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی. کچھ حرج نہیں. اور اگر پانی میں گر گیا. پانی ناپاک نہ ہوگا کہ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے." (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۵۷۶)

۲. "زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ فرج و ذکر کو بہ نیت صالحہ چھونا موجب ثواب و اجر ہے." (احکام شریعت جلد ۳ ص۱۵۳)

کیا امّتِ محمدیہ میں ایسی شان کا کوئی مجدّد پیدا ہوا ہے جس نے عورت کی شرمگاہ اور مرد کی شرمگاہ کو بہ نیت صالحہ چھونے کو موجب اجر و ثواب بتایا اور شرمگاہ کی رطوبت کو پاک کہا ہو. یہ بلند مرتبہ تو صرف احمد رضا خاں کو ہی ملا تھا اور وہ تھے بھی اسی مرتبے کے. اگر وہ اسلام کے لئے عار اور زمین کے لئے بھار نہ ہوتے اور خدا انہیں چند روز کے لئے اور زندہ رکھتا تو وہ اپنی علمی قابلیّت اور اجتہادی کمالات کی وجہ سے ضرور فرما دیتے کہ خونِ نفاس بھی پاک ہے." (اخبار پاکستانی صا وصلا ۸ نومبر ۱۹۵۷)

رضوان / ڈگلسپوری جی کسی صحیح سے صحیح بات پر میراثیوں کی طرح پھبتیاں کس دینا تو بہت آسان ہے ایک جاہل سے جاہل شخص بھی کسی صحیح و درست بات کا مذاق اڑا سکتا ہے لیکن اصل سوال تو صرف یہ ہے کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث اور فقہ کے موافق ہے یا مخالف. بات تو تب تھی جب آپ اس مسئلہ کا میراثیوں کی طرح مذاق اڑانے کی بجائے دلائل شرعیہ سے یہ ثابت کرتے کہ یہ مسئلہ غلط ہے. مگر آپ ایسا نہیں کر سکے. جو آپ کے یتیم فی العلم ہونے کی دلیل ہے.

ثانیاً : آپ نے اس مسئلہ کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا اجتہاد قرار دیا ہے لیکن اگر یہ ہی مسئلہ معتبر کتب حنفیہ میں نکل آئے تو آپ کا یہ تمسخر اڑانا آپ کی غیر مقلدیت

[عہ] اس مضمون کی قسط اوّل گم ہو گئی ہے۔ مرتب

پر دلالت کرے گا یا نہیں اور اس تمسخر کی زد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ پر بھی آئے گی یا نہیں ؟

**ثالثاً** : ہم جانتے ہیں کہ آپ اس میدان میں بالکل نئے نئے آئے ہیں آپ کو نہ مسائل فقہ کا پتہ ہے اور نہ اپنے بڑوں کے مسلک و عقیدہ سے واقفیت ہے۔ اس لیے آپ جیسے جاہل مطلق اور کودن محض کے سامنے دلائل شرعیہ کی روشنی میں گفت گو کرنا گدھے کی آنکھ میں گھی ڈالنے کے مترادف ہے تاہم رفاہ عامہ کے لیے کچھ نہ کچھ پیش کرنا پڑ رہا ہے۔

ہاں ڈگلسپوری جی ! رطوبت فرج کو پاک کہنے والا کوئی مجدد نہیں پیدا ہوا ؟

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

یہ لیجئے آپ کے مجدد اعظم اور پوری دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

"جو رطوبت اکثر اوقات رحم سے زائل ہوتی ہے جس کو اصل سائل نے پوچھا ہے ......
پس ایسی رطوبت مغائرہ للودی والمنی والمذی والشبیہ بالعاب امام صاحب و صاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلا کے اصل جواب میں قول بالطہارۃ پر فتوی دیا گیا ہے۔"

(بوادر النوادر مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی سطر ۱ ص ۱۲)

اور لیجئے ! جن کو آپ لوگ امام دیوبندیت لکھتے ہیں۔ یعنے مولوی عبد الشکور لکھنوی اپنی کتاب علم الفقہ حصہ اول ص ۳۲ پر لکھتے ہیں :

"عورت کی شرم گاہ سے جو رطوبت نکلے وہ نجس ہے۔"

اس پر حاشیہ میں لکھا :

"یہ مذہب صاحبین کا ہے اور امام صاحب (ابو حنیفہ) علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔" (حاشیہ ص ۳۲)

نیز مولوی عبد الشکور لکھنوی اپنی کتاب علم الفقہ حصہ اول کے صفحہ ۱۰۸ پر لکھتے ہیں :

"زندہ عورت بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے۔ تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔" (ص ۱۰۸)

دیکھیے آپ کے دیوبندی علما بھی رطوبت فرج کو پاک لکھ رہے[ع۱] ہیں اور آپ اسی مسئلہ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ در اصل اس میں آپ کا قصور نہیں ہے آپ انگوٹھا رکھے جاہل ہیں۔ معلومات آپ کو نہیں ہیں۔ اور منہ آ رہے ہیں اہل علم کے۔ بہر حال اب تو آپ کی آنکھیں کھل گئیں اب ذرا دل کڑا کر کے کرد بیجئے اپنی علم الفقہ و بوادر النوادر کی عبارات پر بھی وہی عبرا نثیانہ تبصرہ۔ یعنی

کیا امت محمدیہ میں ایسی شان کا کوئی مجدد پیدا ہوا ہے جس نے شرمگاہ کی رطوبت کو پاک کہا ہو یہ بلند مرتبہ تو اشرف علی تھانوی اور عبد الشکور لکھنوی مجدد بن دیا بنہ کو ہی ملا تھا اور وہ تھے بھی اسی مرتبہ کے ..... الخ

---

حاشیہ ع۱ ہاں ڈگلسپوری جی اب تو دیوبندی مُلّاتے بھی فرج کی رطوبت کو پاک کہہ رہے ہیں ایسی صورت میں تو آپ کو صرف اس کی پاکی کا اعتراف ہی نہیں کرنا چاہیئے بلکہ رطوبت فرج کو شیر مادر سمجھ کر چاٹ لینا چاہیے۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو (منہ)

یہاں تک تو ہم نے ڈگلس پوری جیسے لوگوں کی تسکین کا سامان مہیا کیا ہے لیکن جو لوگ کسی مسئلہ پر دیانت و شرافت کے ساتھ غور کرنا چاہیں ان کی خدمت میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے رطوبت فرج[علہ] کے پاک ہونے کا مسئلہ اپنی طرف سے نہیں لکھا۔ بلکہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب بدائع سے لکھا ہے اور اس مسئلہ میں صاحبین کا اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا اختلاف ہے۔ صاحبین اس کی ناپاکی کے قائل ہیں اور حضرت سیدنا امام اعظم امام الائمہ سراج الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فرج کی رطوبت پاک ہے۔ چنانچہ درمختار مطبوعہ ہاشمی میرٹھ کے ص۱۹ پر ہے

ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ

نیز اسی درمختار کے ص۱۲ پہ ہے (رطوبۃ الفرج طاہرۃ خلافاً لھما۔ اور طحاوی شریف کے ص۲۳ پر ہے ان رطوبۃ المخرج لیست بنجسۃ۔ چنانچہ انہیں فقہی جزئیات کی بنا پر فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص۵۷۶ پہ اعلیٰ حضرت نے یہ تصریح کردی ہے کہ :

"اسی کی تائید بدائع امام ملک العلماء میں دیکھی۔ کہ بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا جب تک اس کا بدن رطوبتِ رحم سے گیلا ہے ناپاک ہے خشک ہوکر پاک ہو جائے گا۔ یعنی صاحبین کے طور پر جن کے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے ورنہ امام (اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ) کے نزدیک وہ بحالت تری بھی پاک ہے۔"

---

حاشیہ ع۱ ممکن ہے قارئین کو یہ خیال ہو کہ آخر فقہا کو رطوبتِ فرج سے بحث کی ضرورت کیا تھی؟ تو جواب یہ ہے کہ فقہا کا کام یہ ہے وہ شریعت کے مسائل کو وضاحت سے بیان کریں۔ اور ایک ایک مسئلہ کو خوب کھول کر بتائیں۔ انسان کے جسم سے بہت سی رطوبتیں نکلتی ہیں مثلاً پسینہ۔ لعاب۔ رینٹھ۔ تھوک اسی طرح شرمگاہ سے پیشاب۔ منی۔ ودی۔ اور مذی نکلتی ہے۔ اب ان رطوبتوں سے بحث کرنا ناگزیر ہے کیونکہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے اور جب تک یہ فیصلہ نہ ہو جائے کہ یہ رطوبتیں پاک ہیں یا ناپاک۔ اس وقت تک طہارت کا باب مکمل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک شخص پوچھتا ہے کہ کپڑے کو منی یا ودی یا مذی لگ جائے تو اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ تو اب اس سوال کا جواب اسی وقت دیا جا سکتا ہے جب کہ یہ تحقیق کی جائے کہ شرع میں منی ودی اور مذی پاک ہے یا ناپاک؟ اور جب یہ تحقیق ہو جائے گا کہ منی ودی اور مذی ناپاک ہے تو پھر حکم دیا جائے گا کہ جس کپڑے کو منی ودی یا مذی لگ جائے اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح شرمگاہ میں ایک رطوبت ہوتی ہے جو منی مذی اور ودی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے علاوہ ایک رطوبت ہوتی ہے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی تحقیق میں یہ رطوبت پاک ہے۔ تو اب مسئلہ یہ بنے گا کہ جس کپڑے پر یہ رطوبت لگ جائے۔ یا جسم پر لگ جائے تو اب اس کے ساتھ نماز جائز ہوگی۔ اس مختصر سی گفتگو سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ فقہائے کرام مذکورہ بالا امور سے بحث کیوں کرتے ہیں!

اسی طرح بکری کے بچے والا مسئلہ بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب غنیہ شریف سے لکھا ہے اور اصل عربی عبارت فتاویٰ رضویہ میں لکھدی ہے جو یہ ہے:

السخلۃُ اذا وقعت من امھا رطبۃً فی الماء لا تفسد کذا فی کتب الفتاوی وھذا لان الرطوبۃ التی علیھا لیست بنجسۃ لکونھا فی محلھا۔ (فتاویٰ رضویہ)

نیز یہی مسئلہ فقہ کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے:

۱۔ طحاوی علی المراقی ص۲۳
۲۔ فتاویٰ قاضی خان و فتاویٰ بزازیہ خزانۃ الروایات ص۱۰
۳۔ خزانۃ الفتاویٰ ص۱۳
۴۔ بحر الرائق جلد اول ص۹۴

ان سب کتب میں بکری کے بچہ کے علاوہ مرغی کے انڈے کے متعلق بھی یہی مسئلہ درج ہے اور علت اس کی یہ بتائی گئی ہے رطوبت اس لئے پاک ہے کہ یہ اپنے محل میں ہے۔

اب قارئین کرام انصاف کریں کہ دیوبندی اخبار پاکستانی کے ایڈیٹر نے مذکورہ بالا مسئلہ کا جو مذاق اڑایا ہے اور تمسخر کیا ہے اس کی زد میں کون آیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ یا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ؟

## دوسرا مسئلہ

اب لیجئے دوسرے مسئلہ کو۔ جس کی چند سطریں ڈھگپوری جی نے لکھدی ہیں اور باقی ہضم کر گئے ہیں۔ ہم پوری عبارت لکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا:

سوال: "شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں اور اس کا چھونا کیسا ہے یعنی مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جواب دیا:

الجواب: "زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات (زندگی) میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ فرج و ذکر کو بہ نیت صالحہ چھونا موجب اجر و ثواب ہے کما نصَّ علیہ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔"

ڈھگپوری دیوبندی نے یہاں عوام کو دھوکہ یہ دیا کہ تبصرہ میں زن و شوہر کے لفظ کی جگہ عورت و مرد کا لفظ لکھ دیا۔ اور دوسرا فریب یہ کیا کہ کما نص علیہ سیدنا الامام الاعظم کی عبارت بھی اڑا دی تاکہ لوگ اس دھوکہ میں مبتلا ہو جائیں کہ یہ بات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔

حالانکہ!

یہ مسئلہ بھی فقہ حنفی کا ہے اور حضرت امام

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول[۱] ہے

مگر ڈگلسپوری کو کون سمجھائے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مقلد ہونے کا دعویٰ دار بھی ہے اور پھر امام ہی کے مسلک کا مذاق اڑا رہا ہے۔

ہم دنیا بھر کے دیوبندیوں سے پوچھتے ہیں کہ میاں بیوی کا زندگی میں ایک دوسرے کو چھونا جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو کوئی آیت کوئی حدیث کوئی فقہ کا جزیہ پیش کیجئے۔ —— اس کے بعد ڈگلسپوری جی ہی بتائیں کہ آپ کی بیوی کے جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ اور اگر آپ کی شادی نہیں ہوئی۔ تو جب ہوگی اور بچہ پیدا ہوگا تو یہ آپ کے بغیر چھوئے ہی ہوا ہے۔ کیا آپ نے اپنی بیوی کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا، کبھی نہیں چھوا؟ اگر نہیں؟ تو نتیجہ کیسے نکل آیا —— اس کے بعد یہ بھی بتائیے کہ مولوی اشرف علی۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی حسین احمد مدنی۔ مولوی قاسم نانوتوی۔ یہ بھی تو شادی شدہ ہی تھے اور ان کی بیویوں کے جو نتیجے نکلے کیا یہ بھی ان کے بغیر چھوئے ہی نکلے تھے؟ —— پھر یہ بھی بتائیے کہ بالفرض آپ کو سوزاک ہو جائے آپ درد سے بے تاب ہوں۔ رات کا وقت ہو۔ جراح موجود نہ ہو۔ آپ کی بیوی آپ کی شرمگاہ پہ دوائی لگا دے۔ تو اس کا آپ کی شرمگاہ کو چھونا بہ نیت صالحہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو موجب اجر و ثواب ہے یا گناہ؟ —— فرض کیجئے آپ کی بیوی کے اسی جگہ پھوڑا ہو جائے وہ شرم کی وجہ سے کسی کو نہیں دکھاتی۔ آپ اس کے اسی زخم پہ مرہم لگائیں۔ نیم کے پانی سے دھوئیں۔ تو آپ کا یہ چھونا بہ نیت صالحہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو موجب اجر و ثواب یا موجب گناہ و عذاب؟

اور لیجئے! ایک ڈاکٹر اپنی بیوی کا کیس خود کرتا ہے۔ یا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دائی اس کیس کو نہیں کر سکتی۔ شوہر قابل ڈاکٹر ہے۔ وہ خود اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ بتائیے اس سلسلہ میں اس کا اپنی بیوی کو چھونا بہ نیت صالحہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اجر و ثواب کا موجب ہے یا گناہِ عظیم کا؟

ڈگلسپوری جی! یہ مسئلہ کہ ۔۔ "شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو بہ نیت صالحہ چھونا موجب اجر و ثواب ہے" —— اپنے محل پہ بالکل حق و ثواب ہے اور نیت صالحہ کی قید کی وجہ سے اجر مل رہا ہے۔ محض فعل کی وجہ سے نہیں ہے۔ مگر یہ باتیں ہیں اہل علم کی اور ان کی جو دیانت و شرافت سے کسی بات پہ غور کرنا چاہیں۔

بہرحال ہماری دعا ہے کہ خدا آپ کو سمجھ دے اور آپ سمجھ جائیں۔ اور پھر حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے اس قول کو بھی سمجھ جائیں۔ جو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے

---

حاشیہ ۱؎ چنانچہ اگر دیوبندیوں میں کوئی اہل علم ہے تو عنایہ کی اس عبارت کو بغور پڑھ کر اپنے اخبار پاکستانی کے منہ میں لگام دے دے —— روی عن ابی یوسف قال سالت ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الرجل یمس فرج امراتہ وتمس ھی فرجہ لیتحرک علیہ ھل تری بذالک باس قال لا ارجوا ان یعظم الاجر۔ (عنایہ از حاشیہ ہدایہ آخرین جلد ۲ ص ۴۲۵) فافہم

فتاویٰ احکام شریعت میں لکھا ——— حتیٰ کہ فرج وذکر کو بہ نیت صالحہ چھونا ثواب واجر ہے ——— اگر آپ اس کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں تو شوق سے اڑایئے۔ مگر یاد رکھیئے۔ یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ کا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا نہیں ہے۔

## ایک اور لایعنی اعتراض / اس کے بعد ڈگلسپوری

دیوبندی نے اپنی جہالت وحماقت کا ثبوت دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح کی ایک عبارت لکھ کر یوں تبصرہ کیا ہے

"مگر نام نہاد مجدد انگریزیہ کے اس قانون کو جائز ثابت کرنے کے لئے کہ مندرجہ بالا پیشہ ور لوگ انگریزی یعنی سرکاری ملازمت میں بھرتی ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اہم عہدوں پر فائز کئے جا سکتے ہیں فرماتے ہیں (یعنی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں۔ جولاہے نائی وغیرہ کم درجہ کے لوگ ہیں۔ اگر یہ عالم بھی ہو جائیں تو بھی ان کی ذلت باقی رہتی ہے۔" (اخبار پاکستانی صلے ۸ نومبر ۱۹۵۷)

قارئین کرام! ڈگلسپوری دیوبندی نے یہاں عوام کو سخت فریب دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ جولاہے یا نائی یا دھوبی ذلیل ہیں۔ یہ اس کا افترا محض ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تو نکاح کے متعلق کفو کا مسئلہ لکھا ہے اور وہ بھی کتب فقہ حنفی سے لکھا ہے لیکن ڈگلسپوری کی حماقت وجہالت دیکھئے کہ وہ اس کفو کے مسئلہ کو انگریزی قانون کی حمایت قرار دے رہا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ شادی بیاہ میں ہم کفو ہونا ضروری ہے۔ طرفین ایسے سے رشتہ کرتے ہیں جو ان کے جوڑ کا ہو۔ اور جس کے ساتھ بیاہ میں ان کو ننگ وعار نہ ہو۔ جولاہے۔ موچی۔ نائی۔ کھال پکانے والے اور اس کے مثل پیشہ والے اگر عالم بھی ہو جائیں تو ان میں وہ نسبی شرافت نہیں پیدا ہو سکتی۔ جو سید میں نسبی شرافت ہے۔

دیکھئے اعلیٰ حضرت بریلوی نے پیشوں کو ذلیل کہا ہے پیشے والوں کو ذلیل نہیں کہا۔ اور پھر ذلت سے مراد یہاں عرفی ذلت ہے جس کا تعلق نکاح سے ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے عرفی دنائت۔ شرف نسب ایسے لفظوں کی قید بھی لگا دی ہے۔ چنانچہ کفو کا مسئلہ تمام کتب فقہ میں اسی طرح لکھا ہے خود دیوبندی علما نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں یہ ہی مسئلہ لکھا ہے۔ دیکھو بہشتی زیور[ع۱] مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی۔ لیکن ڈگلسپوری دیوبندی کی حماقت وجہالت کہئے۔ یا یہ کہئے کہ وہ جان بوجھ کر کفو کے مسئلہ کو غلط رنگ دے رہا ہے اور لکھتا ہے:

"اسلام نے آتے ہی ذات پات کو ختم کر دیا۔
کیا سیدوں۔ پٹھانوں۔ بھنگیوں۔ چماروں۔

---

حاشیہ ع۱ : چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی تصنیف بہشتی زیور میں لکھا ہے :

۱- شریعت میں اس کا بڑا خیال کیا گیا ہے کہ بے میل اور بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے یعنی لڑکی کا نکاح ایسے مرد سے مت

حتیٰ کہ غلاموں کو توحید و رسالت کے ماننے ہی اِنما المومنون اخوۃ کہہ کر بھائی بھائی بنا دیا۔" (پاکستانی صک ۸ نومبر ۱۹۵۷ء)

اب اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ کہاں آیۃ انما المومنون اخوۃ — اور کہاں نکاح و شادی و بیاہ میں طرفین کی برابری (کفو) کا مسئلہ۔ اسی کو کہتے ہیں مارُوں گھٹنہ پھوٹے آنکھ۔

اور اگر ڈگلسپوری دیوبندی کے نزدیک فقہا نے کفو کے جو مسائل لکھے ہیں وہ سب غلط ہیں اور قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو ہم پوچھتے ہیں:

۱. کہ خود ڈگلسپوری جی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی مسلمان بھنگی یا کسی مسلمان چمار سے کر دینے میں عار تو محسوس نہیں کریں گے؟

۲. کیا وہ پاکستان کے دیوبندی مولویوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن تو انما المومنون اخوۃ کہہ رہا ہے لہٰذا اے دیوبندی مولویو! یہ ذات پات کی تفریق ختم کرو۔ اور اپنی بیٹی بہن کا نکاح مسلمان بھنگی یا مسلمان چمار سے کر کے انما المومنون اخوۃ پر عمل کرو۔

یار زندہ صحبت باقی ●

---

## بقیہ: حاشیہ / صفحہ نمبر ۱۳ سے آگے :—

کرو جو اس کے درجہ کا اور اس کی شکر کا نہ ہو۔

۲. پیشہ میں برابری یہ ہے کہ جولاہے درزیوں کے میل اور جوڑ کے نہیں۔ اسی طرح نائی۔ دھوبی وغیرہ بھی درزی کے برابر کے نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم مصنفہ اشرف علی تھانوی دیوبندی)۔

**قارئین کرام!** غور کریں کہ خود ڈگلسپوری جی کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی بھی یہ ہی لکھ رہے ہیں کہ لڑکی کا نکاح ایسی جگہ کرو جو اس کے جوڑ کا ہو۔ اس کے بعد پیشہ میں برابری کے متعلق صاف لکھ رہے ہیں کہ نائی دھوبی وغیرہ درزی کے برابر نہیں۔ جولاہے درزی کے میل اور جوڑ کے نہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی یہ ہی لکھا ہے۔ کہ جولاہا درزی وغیرہ سید کے جوڑ کے نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ نکاح میں کفو سے متعلق ہے۔ اس سے آیت انما المومنون اخوۃ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن ڈگلسپوری کی جہالت و حماقت ملاحظہ کیجئے کہ آیت بے محل پیش کر کے عوام کو بہکا رہا ہے اور سمجھ یہ رہا ہے کہ سب میری طرح ہی کودن محض ہیں!

---

## بقیہ: تفسیر القرآن /

مسکین کے نام سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ اور ملک و ملت کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں اور جب ان سے کہا جائے کہ ایسی بے سرو سامانی میں آپ پر حج فرض ہی کب تھا تو یہ بڑے عجیب غریب جواب دیتے ہیں اور اپنے آپ کو متوکل قرار دیتے ہیں۔ قرآن پاک ایسے لوگوں کو ہدایت کرتا ہے کہ بے سرو سامانی کے ساتھ حج کے لئے نکل پڑنا توکل نہیں ہے بلکہ توکل یہ ہے کہ آدمی پورے سامان سفر کے ساتھ سفر کیلئے نکلے اور پھر اللہ عزّ وجل پر بھروسہ کرے دوسری بات یہ بتائی گئی کہ سفر حج میں اصل توشہ تو تقویٰ ہے یعنی اس سفر کے لمحات طاعات و عبادات ہی میں گزارنے چاہئیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ وقت پاس کرنے کے لیئے تاش شطرنج وغیرہ کھیلنے لگ جاتے ہیں اور بعض لوگ اسی قسم کی اور برائیوں کو وہاں بھی جاری رکھتے ہیں حالانکہ وہاں خصوصی طور پر منہیات سے بچنا لازم ہے ● (باقی باقی)

تفسیر القرآن

# احکاماتِ حج

۱۔ اَلحَجُّ اَشھُرٌ مَعلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِیھِنَّ الحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوقَ وَ جِدَالَ فِی الحَجِّ۔

حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا۔

یعنے شوال۔ ذلیقعدہ اور دس تاریخیں ذی الحج کی یہ حج کے مہینے ہیں۔ حج کے افعال انہی ایام میں درست ہیں۔ ان ایام سے پہلے حج کا احرام باندھنا گو جائز ہے مگر مکروہ ہے فمن فرض یعنی جس نے اپنے اوپر حج کو لازم و واجب کر لیا احرام باندھ کر یا تلبیہ کہہ کر یا ہدی چلا کر تو اب اس پر ذیل کے امور کی پابندی لازم ہے رفث۔ جماع یا عورتوں کے سامنے ذکر جماع کرنا۔ یا کلام فحش کرنا یہ جائز نہیں۔ البتہ نکاح اس میں داخل نہیں ہے۔ محرم و محرمہ کا نکاح درست ہے لیکن مجامعت جائز نہیں ہوگی۔ فسوق معاصی و سئیات اور جدال سے جھگڑا مراد ہے۔ خواہ اپنے رفیقوں یا خادموں کے ساتھ ہو یا غیروں کے ساتھ ہو۔

۲۔ وَمَا تَفعَلُوا مِن خَیرٍ یَعلَمهُ اللہُ۔ وَاتَّقُوا یَا اُولِی الاَلبَابِ۔

اور جو تم بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو!

حج کے سلسلے میں نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ سفر محض اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔ اور فسق و مجود لہو و لعب وغیرہ سے بچنا چاہیے۔ بجائے فسق کے تقویٰ اور جدال کے بجائے اخلاقِ حمیدہ اختیار کرنے چاہئیں۔ اور حج کے ایام کو عبادت و ریاضت میں گزارنا چاہئیے۔

۳۔ وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَیرَ الزَّادِ التَّقوٰی۔

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے

اس آیہ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ بعض یمنی حج کے لئے بے سامانی کے ساتھ روانہ ہوتے تھے اور اپنے آپ کو متوکل کہتے تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر سوال شروع کر دیتے تھے اور کبھی غصب و خیانت کے مرتکب ہوتے تھے۔ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ توشہ لے کر چلو اوروں پہ بار نہ ڈالو۔ سوال نہ کرو۔ بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔ یہ آیت حج سے متعلق اہم ہدایات پر مشتمل ہے ۱۔ بعض لوگ سامانِ سفر مکمل کئے بغیر حج کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں سفر میں اور حرمین شریفین میں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے پاس اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیسے نہیں ہوتے یہ مکہ اور مدینہ میں بھیک مانگتے ہیں۔ سڑکوں اور گلیوں میں دن گزارتے ہیں اور نہایت ذلت کے ساتھ رہتے ہیں حتیٰ کہ ایسے حاجی وہاں حجاز میں پاکستانی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

(آخری قسط)

# ضرورتِ رسالت

(از : حضرت مولانا مولوی محمد رمضان صاحب فاضل حزب الاحناف لاہور)

لہذا ضروری ہوا کہ بندوں میں سے ابنیا کو نبوت کے لئے اور وحی بھیجنے کے لئے انتخاب فرمائے جس کی اطاعت سب فرض ہو اور اس کا ماننا خدا کا ماننا ہو۔ اور اس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہو۔ اور اس کا انکار خدا کا انکار ہو اور اس کی عداوت خدا کی عداوت ہو۔ اور اس کی محبت خدا کی محبت ہو۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے مَن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور رسول کا انتخاب بھی اللہ ہی کیا۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَللہ یَصطفِی مِنَ المَلائِکۃِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاس۔ اللہ تعالیٰ منتخب فرماتا ہے فرشتوں میں سے رسولوں کو اور انسانوں میں سے رسولوں کو لقولیکہ

منتخب کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

تو اللہ تعالےٰ نے جن ہستیوں میں نبوت کی قابلیت دیکھی ان کو نبوت عطا فرمائی۔ لہذا ثابت ہوا کہ نبوت وہبی ہے کسبی نہیں۔ یعنی جس کو اللہ تعالےٰ نے چاہا نبی بنایا یہ نہیں کہ نماز روزہ کرنے سے نبوت مل جاتی ہے جیساکہ مرزا کا دعویٰ ہے من از کودکی سوئے باختم دریں شغل خود را بیندا ختم کہ بچپن سے میں نے شریعت کی پابندی کی۔ تو خدا نے مجھے نبی بنا دیا۔ بلکہ یہ فلسفیوں کا مذہب ہے کہ انسان مجاہدہ کرنے سے نبی بن جاتا ہے یہ غلط مذہب ہے ہاں اگر توفیق ایزدی مساعدت کرے تو قطبیت اور ولایت مل سکتی ہے اور ولایت سلب بھی ہو سکتی ہے۔ اور نبوت سلب نہیں ہوتی جیساکہ تمہید فی بیان التوحید میں ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ جانتا ہے کہ جہاں نبوت رکھتا ہے اور جب کہ پیغمبر مفترض الطاعت ہوا تو لازمۂ نبوت سے ہے۔ کہ وہ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے قبل وحی اور بعد وحی معصوم و مصئون ہوں۔ کیونکہ اگر ان سے بھی گناہ سرزد ہوتا تو جب کہ ان کی پیروی فرض تھی تو ہم کو بھی ان کی اتباع میں گناہ کرنا جائز و مباح ہوتا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے حبیب آپ فرما دو فَاتَّبِعُونِی کہ میری پیروی کرو۔ اور قبل وحی تو اس لئے معصوم ہونے چاہئیں کہ اگر وہ قبل وحی چوری ڈاکہ وغیرہ گناہوں کے مرتکب ہوتے تو اس صورت میں وہ فاسق ہوتے اور فاسق اہل شہادت سے نہیں۔ قاضی شرع اس کی شہادت کو مسترد

کر دیتا ہے تو ایسا شخص نبوت کا اہل کیسے ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ تمہید فی بیان التوحید میں ہے خلق اللہ معصومین مامومین اور اگر وہ گناہ کرتے ہوتے تو جو لوگ سلیم الطبع اور نیک کردار ہوتے ان کو ایسے رسول کے ماننے میں عار لاحق ہوتی جیسا کہ ایام جاہلیت میں قبل از بعثت نبی علیہ السلام بعض شخص موحد تھے ۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شراب سے اور بت پرستی سے مجتنب تھے اور عرب کا مشہور شاعر لبید موحد تھا ۔

اور نیز چونکہ عقلوں میں تفاوت تھا اور بذریعہ عقل کے ہم اشیا کا حسن و قبح معلوم نہیں کر سکتے تھے اس واسطے حق تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ حسن اخلاق سکھائیں ۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بُعِثْتُ لاتمم مکارم الاخلاق میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پورا کروں اور نیز اشیا کا حسن و قبح بیان کرنیوالی اہلسنت کے نزدیک عقل نہیں ہے بلکہ شرع ہے اور معتزلہ کے نزدیک عقل ہے ۔ چنانچہ فقہ اکبر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الحسن ما حسنہ الشرع والقبح ما قبحہ الشرع اچھی چیز وہ ہے جس کو شرع اچھی کہے اور بری چیز وہ ہے جس کو شریعت بری کہے اور نیز جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمیں دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا کیں لیکن ہم دیکھ نہیں سکتے ۔ جب تک ایک روشنی نہ ہو ۔ دن ہو تو سورج کی روشنی کی ضرورت ہے ۔ اور اگر رات ہو تو چاند یا چراغ کی روشنی کی ضرورت ہے ۔ گو ہماری آنکھوں میں قوت باصرہ موجود ہے لیکن ہم بغیر روشنی کے دیکھ نہیں سکتے ۔ تو اسی طرح گو ہم میں عقل موجود ہے لیکن بغیر وحی کے ہم اشیا کے حسن و قبح کو کماحقہ معلوم نہیں کر سکتے اور اشیا کی حلت و حرمت اور طریقہ عبادت کو اپنی عقل سے دریافت نہیں کر سکتے لہذا اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے بندوں کی رہنمائی کے لئے نبیوں کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر احسان عظیم فرمایا ۔ چنانچہ نبی مکرم کے مبعوث فرمانے کے بارے میں فرمایا لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا البتہ احسان کیا اللہ نے مومنوں پر جب کہ ایک رسول کو ان میں مبعوث فرمایا اور معتزلہ کہتے ہیں ۔ کہ اللہ پر واجب ہے کہ بندوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے ۔

اور اہلسنت کا یہ مذہب ہے کہ کوئی چیز اللہ پر واجب نہیں ۔ کیونکہ وجوب کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا ہے جو اس سے بڑا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر نماز و زکوٰۃ کو فرض کیا ۔ لہذا اللہ تعالیٰ پر رسولوں کا بھیجنا واجب نہیں بلکہ فضل و کرم ہے ۔ چنانچہ فرمایا رب کریم جل جلالہ نے واللہ ذو الفضل العظیم تو حق تعالیٰ نے بمقتضائے فضل عمیم انبیا کو بھیج کر اپنی صحیح معرفت اور پہچان کروائی کہ جس کا ہر شخص متلاشی تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ مفسرین نے فرمایا کہ لیعبدون سے حق تعالیٰ کا مطلوب لیعرفون ہے کہ بندہ مجھ کو پہچانے اور نبیوں کی بے نظیر ہستی خدا کے وجود پر دلیل ہو ۔ چنانچہ فرمایا شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اخبار الاخیار میں حق را بچشم اگرچہ نہ دیدند ولیکنش از دیدنا جمال محمد شناختند اور بچشم دیدہ شناختند از اں کہ صورتش عنادہ معنیش ساختند ۔ اگرچہ لوگوں نے خدا کو آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر خدا کو پہچانا کہ جس نے ایسی بے نظیر ہستی پیدا کی کہ

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

# خالد بن الولید

## شاہِ ایران کو پیغام !

یہیں سے حضرت خالدؓ نے شاہِ ایران اور اس کے بڑے بڑے امیروں وزیروں کے نام پیغامِ اسلام کا ایک خط روانہ کیا۔ مگر خط بھیجنے سے پہلے شاہِ ایران مر چکا تھا۔ اور حکومت کے لئے امیروں اور وزیروں میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ البتہ مسلمانوں کے مقابلہ میں سب ایک ہو گئے فوراً فرخ زاد کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور لڑائی پر تل گئے۔ لیکن حکومت کے تخت پر مدت تک کوئی جمنے نہیں پایا برابر ایک کو ہٹاتے اور دوسرے کو بٹھاتے رہے۔

## انبار و عین التمر !

حیرہ عراق کا مرکزی شہر تھا۔ اس کے فتح ہو جانے کے بعد آلِ منذر کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا یہی ایرانی شہنشاہی کی طرف سے یہاں حکمرانی کرتے تھے۔ اب حضرت خالد نے آگے بڑھنا چاہا۔ اور انبار کی طرف رخ کیا۔ کیونکہ یہ بھی ایرانیوں کا بڑا مرکز تھا۔ جب حضرت خالد پہنچے تو حاکم شہر شیرزاد اپنی تمام فوج کو لے کر قلعہ بند ہو گیا مسلمانوں نے زور کر کے شہر کے اندر گھسنا چاہا۔ لیکن ان کی راہ میں خندق روک تھی آخر حضرت خالد نے حکم دیا کہ اونٹوں کو ذبح کر کے جہاں خندق بہت کم چوڑی ہو۔ وہ جگہ پاٹ دی جائے۔ تھوڑی ہی دیر میں خندق ایک جگہ سے پٹ گئی۔ مسلمان قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ اور کمند لگا کر اندر اتر گئے۔ شیرزاد نے یہ حالت دیکھ کر فوراً صلح کر لی۔ اور خود بہمن جازویہ کے پاس چلا گیا۔ انبار کے اردگرد والے کسانوں نے بھی صلح کر لی۔ حضرت خالد نے زبرقان بن بدر کو انبار کا حاکم مقرر کر دیا۔

مشہور ایرانی بہادر بہرام چوبین کا بیٹا مہران عین التمر میں ایک بہت بڑی فوج لئے پڑا تھا۔ حضرت خالد نے اس پر بھی حملہ کیا۔ اور اسے شکست دی۔

## دومۃ الجندل !

یہ وہ مقام تھا جہاں مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت خالد یہاں کے ایک حاکم اکیدر کو گرفتار کر کے بارگاہِ رسالت میں لے گئے تھے۔ لیکن بعد کو اس نے بدعہدی کی آخر حضرت صدیق کے حکم سے عیاض مقابلہ کے لئے گئے۔ لیکن جب فتح میں دیر ہوئی تو حضرت خالد سے مدد مانگی۔ حضرت خالد عین التمر کی لڑائی سے فارغ ہو چکے تھے حضرت عیاض کے خط پر دومہ روانہ ہو گئے۔ اکیدر نے گھبرا کر صلح کی کوشش کی۔ اس کے ہمرداراضی نہ ہوئے۔ آخر کار جنگ ہوئی اور شہر فتح ہو گیا۔

## فراض !

عراق میں حضرت خالد کی سپہ سالاری میں سب سے آخری لڑائی شہر فراض میں ہوئی۔

یہ شہر شام و عراق اور جزیرہ کی سرحد پر تھا یہاں تینوں ملکوں کی فوجی چھاؤنیاں قائم تھیں۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں یہاں

تمام رومی و ایرانی اور ان کے ماتحت عرب فوجیں اکٹھا ہو گئیں۔ دریائے فرات کے ایک سمت مسلمان تھے دوسری جانب تینوں ملکوں کا ٹڈی دل لشکر پرے جمائے کھڑا تھا۔

حضرت خالد نے دشمنوں کو دس بار بلایا پھر جنگ شروع ہوئی اور خوب گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمان سخت پریشان تھے۔ لیکن جوانمردی سے جمے رہے اور دل سے دعائیں کرتے رہے اچانک حضرت خالد نے للکار کر ایک ایسا ریلا کیا۔ کہ دشمن بھاگنے لگے۔ مگر بھاگنے کی راہ کہاں تھی۔ پیچھے دریا آگے مسلمان۔ اس گھیرے سے نکلنا دشوار تھا۔ مشکل سے تھوڑے آدمی پار ہو سکے۔

یہ عراق کی آخری لڑائی تھی حضرت خالد نے یہاں مثنیٰ بن حارثہ کو سارے عراق کا حاکم بنایا۔ تمام فوجی انتظام انہی کے سپرد کر دیا۔ خود چپکے سے ۲۵ ذیقعدہ کو حج کے لئے چلے گئے۔ ابھی اسلامی لشکر حیرہ نہیں پہنچنے پایا تھا کہ حضرت خالد حج سے واپس آ گئے۔

## شام کی لڑائیاں !

ملک شام کے کچھ حالات پہلے معلوم ہو چکے تھے یہاں رومیوں کی حکومت تھی۔ ان کے ماتحت عیسائی عربوں کی بھی ریاستیں قائم تھیں۔ یہ مسلمانوں کے خلاف آئے دن ایک نہ ایک فتنہ کھڑا کیا کرتے تھے۔ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کے ہاتھ قیصرِ روم کو دعوتِ اسلام کا ایک خط بھیجا تھا۔ واپسی میں یہاں کے عیسائی عربوں نے حملہ کر کے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔

حارث بن عمیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بصریٰ کے پاس پیغامِ اسلام کا ایک خط دے کر بھیجا۔ لیکن شام کے حاکم شرجیل بن عمرو نے انھیں راستہ ہی میں شہید کر دیا۔ اسی وجہ سے ۸ ہجری میں غزوہ موتہ پیش آیا۔

۹ ہجری میں قیصرِ روم نے خاص مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ لگا۔ تو خود اسلامی فوج لے کر مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ تبوک میں ۲۰ دن تک ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس وقت اگرچہ رومی دہل گئے اور میدان میں نہیں آئے۔ لیکن ان کے حملہ کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا تھا۔ رات کو آنکھ کھل جاتی تو رومی حملہ کا کھٹکا محسوس ہوتا۔ صبح شام رات دن ہر وقت رومیوں کی چڑھائی کا خیال دماغ میں پھیرتا رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں صحابہ کی ایک جماعت تیار کی تاکہ رومی فتنہ کا زور توڑنے کے لئے روانہ فرمائیں۔ لیکن اس لشکر کی روانگی سے پہلے آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے خلیفہ ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیار کیا ہوا لشکر انہی اسامہ بن زید کی ماتحتی میں روانہ فرمایا۔

یہ لشکر کامیاب و کامران ہو کر واپس آیا۔ لیکن رومیوں کی شرارت اور بڑھ گئی اور وہ لڑائی کے لئے بڑی زبردست تیاری کرنے لگے۔

ان حالات میں مسلمان اس طرف سے کیسے غفلت برت سکتے تھے مجبوراً پوری قوت سے مقابلہ کا سامان کرنا پڑا۔ ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومیوں کی طرف صحابہ کے چار دستے حضرت ابوعبیدہ، حضرت یزید بن

ابی سفیان حضرت شُرحبیل بن حسنہ اور حضرت عمرو بن عاص کی رہنمائی میں روانہ کیئے۔

ان حضرات کو باہر قدم نکالتے ہی رومیوں سے بڑے بڑے مقابلے پیش آئے۔ لیکن یہ عزم و ہمت کے پُتلے خدا کے بھروسہ پر آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔

جہاں کہیں یہ پہنچتے رومی فوج شکست کھا کر بھاگ جاتی۔ یہ وہاں عدل و انصاف اور سچائی کی حکومت قائم کر دیتے۔ رعایا کو ظلم و ستم سے نجات مل جاتی اور لوگ چین سے زندگی گزارنے لگے۔

اسلام قبول کرنے والوں کے علاوہ عیسائی بھی ان کے اچھے برتاؤ اور حسن سلوک سے بہت خوش ہوتے۔ لیکن! قیصر روم اپنے حاکموں اور صوبہ داروں کو برابر للکارتا رہا اور کمک پر کمک پہنچتی رہی۔ یہاں تک کہ دو لاکھ رومی فوج یرموک کے قریب جمع ہو گئی۔ ان کے ایک طرف دریا تھا ایک جانب پہاڑ یہ جگہ انہوں نے بہت محفوظ سمجھ کر پسند کی تھی۔ مگر ہوا یہ کہ جب مسلمان سپہ سالاروں نے ایک جگہ جمع ہو کر رومیوں کے سامنے مورچہ جما لیا تو رومی بالکل گھر گئے۔ چاروں مسلمان سپہ سالار جمع ہو گئے۔

انہوں نے رومیوں کا ٹڈی دل لشکر دیکھ کر فوراً حضرت ابوبکر کو اطلاع بھیجی۔ آپ نے حکم دیا کہ لڑائی روکے رکھو جب تک کمک پہنچ جائے تب حملہ شروع کرو۔ دونوں فوجیں ایک ماہ تک آمنے سامنے پڑی رہیں۔ (باقی باقی)

## بقیہ: ضرورتِ رسالت / صفحہ نمبر ۱۷ سے آگے

جس کے جسم کا سایہ نہیں جس کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی اور جو پیٹھ کے پیچھے سے ایسا ہی دیکھتے ہیں جیسا کہ سامنے سے۔ اور حضور علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھا اور پہچانا نہیں۔ کیونکہ آپ کی صورت کو آپ کی حقیقت کا پردہ حق تعالیٰ نے بنا دیا جیسا کہ حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے فرمایا

یَا اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔

## بقیہ: مسائلِ قرآن / صفحہ نمبر ۲۲ سے آگے:

پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی۔ دوسری میں قُلْ یَا اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ۔ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھی۔ لہٰذا تبرکاً کبھی انہیں بھی پڑھے۔ (عالمگیری) اور کبھی پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ کی جگہ اِنَّا اَنْزَلْنَا۔

**مسئلہ:** قرأت مسنونہ پر زیادتی نہ کرے جب کہ مقتدیوں پر گراں اور شاق نہ ہو تو زیادت قلیلہ (تھوڑی) میں حرج نہیں۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار)

**مسئلہ:** فرض رکعتوں میں ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرے اور تراویح میں متوسط انداز پر اور رات کے نوافل میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے مگر ایسا پڑھے کہ سمجھ میں آ سکے یعنی کم سے کم درجہ مد کا جو قاریوں نے کہا ہے اس کو ادا کرے ورنہ حرام ہے۔ اس لیے کہ ترتیل سے قرآن پڑھنے کا حکم ہے (در مختار) آج کل اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا ادا ہونا تو بڑی بات ہے یعلمون تعلمون کے سوا کسی لفظ کا پتہ نہیں چلتا۔ نہ تصحیح حروف ہوتی ہے بلکہ جلدی میں لفظ کے لفظ ہی کھا جاتے ہیں اور اس پر تفاخر ہوتا ہے کہ فلاں اس قدر جلد قرآن پڑھتا ہے حالاں کہ اس طرح قرآن مجید پڑھنا حرام اور سخت حرام ہے۔ (باقی)

رضوان لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷



قسط اوّل

# مسائلِ قرآن

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری خطیب ہارون آباد

یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ قرأت میں اتنی آواز درکار ہے کہ اگر کوئی مانع مثلاً ثقل سماعت شور و غل نہ ہو تو خود سن سکے اگر اتنی آواز نہ ہو تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح جن معاملات میں نطق کو دخل ہے سب میں اتنی آواز ضروری ہے۔ مثلاً جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا۔ طلاق۔ عتاق۔ استثناء آیت سجدہ پڑھنے پر سجدہ تلاوت واجب ہونا۔

مسئلہ: فجر و مغرب و عشا کی دو پہلی رکعتوں میں اور جمعہ و عیدین و تراویح اور وتر رمضان کی سب رکعتوں میں امام پر جہر واجب ہے اور مغرب کی تیسری۔ عشا کی تیسری چوتھی۔ ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے (در مختار وغیرہ)۔

مسئلہ جہر کے یہ معنی ہیں کہ دوسرے لوگ وہ کہ صفِ اول میں ہیں سن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سن سکے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: اس طرح پڑھنا کہ فقط دو ایک آدمی جو اس کے قریب ہیں سن سکیں۔ جہر نہیں بلکہ آہستہ ہے۔

مسئلہ: حاجت سے زیادہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنا کہ اپنے یا دوسروں کے لیے باعث تکلیف ہو مکروہ ہے۔ (رد المحتار)

مسئلہ: آہستہ پڑھ رہا تھا کہ دوسرا شخص شامل ہو گیا تو جو باقی ہے اسے جہر سے پڑھے اور جو پڑھ چکا ہے اس کا اعادہ نہیں۔ (رد المحتار)

مسئلہ: ایک بڑی آیت جیسے آیت الکرسی یا آیت مداینہ اگر ایک رکعت میں اس کا بعض پڑھا اور دوسری میں بعض تو جائز ہے۔ جبکہ ہر رکعت میں جتنا پڑھا بقدر تین آیت کے ہو۔ (عالمگیری)

مسئلہ: دن کے نوافل میں آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اختیار ہے اگر تنہا پڑھے اور جماعت سے رات کے نوافل پڑھے تو جہر واجب ہے۔ (در مختار)۔

مسئلہ: جہری کی قضا اگر دن میں ہو تو امام پر جہر واجب ہے۔ اور سری کی قضا میں آہستہ پڑھنا واجب ہے اگرچہ رات میں ادا کرے۔ (عالمگیری۔ در مختار)

مسئلہ: جہری نمازوں میں منفرد کو اختیار ہے اور افضل جہر ہے جبکہ ادا پڑھے اور جب قضا ہے۔ تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (در مختار)

مسئلہ: چار رکعت فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورۃ بھول گیا۔ تو پچھلی رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے اور اگر ایک میں بھول گیا ہے تو تیسری یا چوتھی میں پڑھے اور مغرب کی پہلی دونوں میں بھول گیا تو تیسری میں پڑھے اور

۲۱۹

ایک رکعت کی قرأت سورۃ جاتی رہی۔ اور ان سب صورتوں میں فاتحہ کے ساتھ پڑھے۔ جہری نماز ہو تو فاتحہ و سورۃ جہراً پڑھے ورنہ آہستہ اور سب سورتوں میں سجدہ سہو کرے۔ اور نفلاً چھوڑی تو اعادہ کرے۔ (درمختار - ردالمحتار)

**مسئلہ**: سورۃ بھول گیا۔ رکوع میں یاد آ جائے تو کھڑا ہو جائے اور سورۃ ملائے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (درمختار)

**مسئلہ**: فرض کی پہلی رکعتوں میں فاتحہ بھول گیا تو پچھلی رکعتوں میں اس کی قضا نہیں۔ اور رکوع سے پیشتر یاد آیا تو فاتحہ پڑھ کر پھر سورۃ پڑھے یونہی اگر رکوع میں یاد آیا۔ تو قیام کی طرف عود کرے (لوٹے) اور فاتحہ و سورت پڑھے۔ پھر رکوع کرے۔ اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا۔ تو نماز نہ ہوگی (درمختار - ردالمحتار)

**مسئلہ**: ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر فرض عین ہے اور پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور سورت فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجب عین ہے۔ (درمختار)

**مسئلہ** - بقدر ضرورت مسائل فقہ کا جاننا فرض عین ہے اور حاجت سے زیادہ سیکھنا حفظ جمیع القرآن سے افضل ہے۔ (ردالمحتار)

**مسئلہ** - سفر میں اگر امن و قرار ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں سورہ بروج یا اس کی مثل سورتیں پڑھے اور عصر و عشا میں اس سے چھوٹی اور مغرب میں قصار مفصل کی چھوٹی سورتیں اور جلدی ہو تو ہر نماز میں جو چاہے پڑھے۔ (عالمگیری)

**مسئلہ**: اضطراری حالت مثلاً وقت جاتے رہنے یا دشمن یا چور کا خوف ہو تو بقدر حال پڑھے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں۔ یہاں تک کہ اگر واجبات کی مراعات نہیں کر سکتا۔ تو اس کی بھی اجازت ہے۔ مثلاً فجر کا وقت اتنا تنگ ہے کہ صرف ایک ایک آیت پڑھ سکتا ہے تو یہی کرے۔ (درمختار - ردالمحتار)

مگر بعد بلندیٔ آفتاب اس نماز کا اعادہ کرے۔

**مسئلہ**: سنت فجر میں نماز جانے کا خوف ہو تو صرف واجبات پر اقتصار کرے۔ ثنا و تعوذ کو ترک کرے اور رکوع و سجود میں ایک ایک بار تسبیح پر اکتفا کرے۔

**مسئلہ**: حضر میں جب کہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر و عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد (تنہا) دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

**فائدہ**: حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں اس کے تین حصے ہیں: ۱- سورہ حجرات سے بروج تک طوال مفصل اور ۲- بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور ۳- لم یکن سے آخر تک قصار مفصل (درمختار وغیرہ)

**مسئلہ**: عصر کی نماز وقت مکروہ میں ادا کرے جب بھی صواب یہ ہے کہ قرأت مسنونہ کو پورا کرے جب کہ وقت میں تنگی نہ ہو۔ (عالمگیری)

**مسئلہ**: وتر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(باقی صفحہ ۲ پر)

قسط نمبر ۲

# ارغامِ ہاذر بجوابِ نقشِ ماہر

از:

یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ لوگ کس انداز میں عبد و بشر کہتے ہیں۔ آیا اس انداز میں جس کی مثالیں گزریں یا اس انداز میں جو حضور نے فرمایا۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔

لیکن اندازِ گفتگو سے بہت کچھ پتہ چل جاتا ہے۔ آجکل حضور کی عبدیت اور بشریت پہ وعظ کہنے والے مقالے لکھنے والے کچھ اچھے طریقے پہ نہیں چلتے۔

جناب ماہر صاحب آج کل یہود و نصاریٰ کی سی ذہنیت تو نہیں کہ انبیا کو خدا یا خدا کا بیٹا کہیں۔ ہر مسلمان انہیں خدا کا بندہ اور انسان ہی جانتا ہے تو پھر عبدیت پر اور بشریت پر اس قدر زور دیتے اور گلے کی رگیں پھلا پھلا کر منہ سے کف گرا گرا کر منبر پہ ہاتھ مار مار کے خطبہ دینے کی ضرورت ہی کیا؟ مگر ہمیں معلوم ہے کہ جب ایک سچا مسلمان کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ برہانِ رب تھے۔ سراجِ منیر تھے۔ خدا کے محبوب تھے۔ خدا ان کی رضا چاہتا تھا۔ خدا نے ان کو اپنی خدائی میں اپنا خلیفہ اعظم اور وزیرِ اعظم بنایا۔ خدا نے دونوں جہان کی حکومتیں انہیں عطا فرمائیں۔ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ تو آپ میں کا کوئی اس مقابلے میں کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اجی وہ تو بندے تھے۔ بشر تھے۔ کھاتے پیتے تھے۔ بیاہ شادی انھوں نے کی۔ اولاد ہوئی۔ گرمی سردی انہیں لگتی تھی۔

بس یہیں سے پتہ چل جاتا ہے کہ ان کا عبد اور بشر کہنا کسی اچھی نیت سے نہیں ہے۔ آپ کا اندازہ بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے دیکھئے آپ کے آگے کے جملے اسی انداز کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

"خود انبیائے کرام کی زبانی اس کی نفی کرائی گئی تھی کہ وہ کائنات میں اختیار رکھتے ہیں یا لوگوں کے نفع نقصان کے مالک ہیں۔"

مگر خود اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ اختیار عطا فرمایا ہے اور نفع و نقصان کا کچھ مالک بنایا ہے۔ آپ نے آیت لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِی ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ پہ غور فرمایا اور حقیقت میں آپ کو غور کرنے کا موقع بھی کہاں؟ سنیئے لا حرفِ نفی ہے اَمْلِکُ لِنَفْسِی مستثنیٰ عنہ ہے۔ اِلَّا حرفِ استثنا ر مَا شَآءَ اللّٰہُ مستثنیٰ ہے۔ غالباً اس قدر تو آپ جانتے ہوں گے مستثنیٰ عنہ میں حرفِ نفی سے جس چیز کی نفی کی جاتی ہے۔ اِلا سے اسی میں سے کچھ کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اب معنی یہ ہوئے کہ میں نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ ہاں اس قدر کا مالک ہوں جس قدر کا اللہ مالک بنا دے۔ فی الجملہ مالکیت کا ثبوت اس آیہ کریمہ سے ہو گیا۔ مگر اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو نحو کا بہترین عالم ہو۔ بہرحال آپ کا مطلق دعویٰ بالکل غلط ہو گیا۔ علاوہ بریں قرآن میں دوسری جگہ صاف صاف اس کی تصریح ہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے لئے فرمایا

کہ ہم نے جنات پہاڑ جانور ہوا ان کے تابع حکم کر دیئے۔ مسخر کر دیئے ان کو با اختیار بنا دیا۔

جناب ماہر صاحب! قرآن حکیم کی یہ آیات پڑھ لی ہوتیں یا لکھتے وقت کسی سے دریافت ہی کر لیا ہوتا صرف اپنے ذہن کو کام میں لانا بڑے خطرے پیدا کر دیتا ہے۔ خلاصہ عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک والملکوت ہے۔ قادر و مختار مطلق ہے۔ ملکیت حقیقیہ اسی کے لئے ہے۔ اور اس نے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا ملک عطا فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ اپنے بندوں کو عاجز و مجبور نہیں بنایا بلکہ ان میں وہ استعداد رکھی کہ وہ خدا کی صفات کے آئینے اور مظاہر ہوئے۔ کچھ قدرت کچھ اختیار کچھ تصرف عطا فرمایا۔

ہائے افسوس ماہر صاحب! کاش آپ نے دینیات کی کچھ کتابیں ہی پڑھی ہوتیں تاکہ علمائے حق کے کلمات ہی سے استفادہ فرما لیتے۔ حضرت ملا محب اللہ بہاری اصول فقہ کی کتاب مسلم الثبوت کے خطبے میں فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں ربنا لك الحقیقة حقا و کل مجاز و لك الامر تحقیقا و کل مجاز۔ اے ہمارے رب حقیقت تیرے لئے ہے اور سب مجاز ہیں اور آمریت و حاکمیت تیرے لئے ہے اور تیرے سوا سب تیری اجازت دیئے ہوئے ہیں یعنی تو نے ہی انہیں عطا فرمایا ہے۔ کاش کہ آپ حضرت عیسیٰ کا بیان ہی پڑھ لیتے وہ فرماتے ہیں اِنِّیْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

# خریداران رضوان کی خدمت میں

## ڈی پی واپس کرنا ظلم ہے

وی پی کی واپسی سے دفتر کو فی وی۔ پی پانچ آنہ کا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے تمام خریداران رضوان سے اپیل کی جاتی ہے کہ جب آپ کی خدمت میں چندہ ختم ہونے کی اطلاع بھیجی جائے تو اپنی اولین فرصت میں جواب دیدیا کریں۔ آپ جواب دینے میں تاخیر کرتے ہیں اور دفتر تاریخ مقررہ گزر جانے پر وی پی کر دیتا ہے جو واپس ہو جاتی ہے اور اس طرح ادارہ کو بہت نقصان پہنچتا ہے ہمیں امید ہے ہمدردان رضوان اس بات کا خصوصی طور پر خیال رکھیں گے۔ اور ایک دینی ادارہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

## رضوان نہ ملنے کی شکایت

بعض اوقات ڈاک چوروں کی عنایت سے آپکو پرچہ نہیں ملتا۔ آپ یقین مانیے دفتر سے ہر خریدار کے نام باقاعدہ رضوان بھیج دیا جاتا ہے۔ اس پر بھی اگر چوری ہو جائے تو گم شدہ پرچہ کی تاریخ اور اپنا نمبر خریداری لکھ کر دوبارہ منگا لیجیے اور دفتر کو شکایت کرنے کے ساتھ ساتھ پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور یا اپنے ڈویژن کے پوسٹ ماسٹر کو بھی شکایتی خط ضرور لکھیں تاکہ وہ چوری ہونے کا تدارک کریں۔

## خط و کتابت

خط و کتابت و ترسیل چندہ اور پتہ تبدیل کرانے کے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھئے۔ نمبر خریداری کے بغیر کسی امر کی تعمیل ناممکن ہے ٭ ٭ ٭

میں مٹی سے جانور کی شکل بناتا ہوں اور اس میں پھونک دیتا ہوں تو وہ اڑنے لگتا ہے اور یہ اللہ کی طرف سے مجھے اجازت ہے وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ اور میں مادر زاد اندھے اور برص والے کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردہ کو زندہ کر دیتا ہوں اور اس کی مجھے اللہ کی طرف سے اجازت ہے۔ فرمائیے! اس کائنات میں خدا کی عطا سے کچھ اختیار (اور سلسلۂ نفع و ضرر کا مالک بنا دیا) ٭ (باقی)

مِنْ نَفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُمْ اِمْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَلَدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَ اثْنَتَيْنِ قَالَ وَاثْنَتَيْنِ۔

(بخاری)

لئے ایک دن مقرر کر دیجئے حضور نے ان سے وعدہ فرمایا اور اس دن عورتوں کے پاس تشریف لے گئے ان کو وعظ کیا اور احکام دیئے تو اسی وعظ میں آپ نے فرمایا تم میں جس عورت نے تین بچے آگے بھیجے (یعنی تین نابالغ بچے اس کے وفات گئے) تو یہ اس کے لئے جہنم سے حجاب بن جائیں گے۔ ایک عورت نے عرض کی حضور جس کے دو مر جائیں۔ آپ نے فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔

**فوائد و مسائل :** امام بخاری نے اس حدیث کو جنائز، علم، الاعتصام میں بھی ذکر کیا اور مسلم نے ادب اور نسائی نے علم میں ذکر کیا۔

حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے :

## عورتوں کو وعظ و نصیحت کیلئے مجلس قائم کرنا :

۱- عورتوں کا دینی معلومات حاصل کرنے اور شریعت کے ضروری مسائل معلوم کرنے کے لئے مردوں سے الگ وقت کو .. اور عالم دین کا جواب دینا اور عورتوں کی مجلس میں وعظ کرنا جائز ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ پردہ کا مکمل انتظام ہو — ۲- وعظ و نصیحت کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہے — ۳- صحابہ کرام کی مستورات وعظ سننے اور دین کی ۲۲۹
باتوں کا علم حاصل کرنے کی شوقین تھیں — ۴- مسلمانوں کے نابالغ بچے جنّتی ہیں۔ کیونکہ جب ان نابالغ بچوں کی وجہ سے ماں باپ جنت میں داخل ہوں گے۔ تو بچوں کا جنّتی ہونا تو بالکل ظاہر ہے — ۵- علامہ مازری فرماتے ہیں۔ کہ انبیا کرام کے نابالغ بچے جو وفات پا گئے ان کے جنّتی ہونے پر اُمّت کا اجماع ہے۔

## نابالغ بچّوں کی وجہ سے جنّت ملے گی :

حدیث ہذا کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ جس عورت کے تین یا دو بچّے بالغ ہونے سے پہلے مر گئے۔ تو وہ بچے اس کے لئے جہنّم سے حجاب بن جائیں گے۔ حجاب بن جانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ بچے اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ بچوں کی موت پر والدین صبر و شکر سے کام لیں تو والدین کا صبر و شکر کرنا ان کی مغفرت اور دخولِ جنت کا باعث ہوگا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا کہ اے انصاری عورتو! تم میں سے جس کے تین بچے وفات پا گئے اور اس نے صبر کیا تو وہ مستحقِ جنّت ہے۔

---

بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَرَاجَعَ حَتَّى يَعْرِفَهُ۔

اِنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

باب اس امر کے بیان میں کہ جو کوئی بات سنے پھر اس کو سمجھنے کے لئے دوبارہ سوال کرے۔

حضرت عائشہ زوجہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ اَوَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَتْ فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكُ ۔

(بخاری)

کا یہ حال تھا کہ وہ کوئی بات ایسی نہ سنتیں جس کو سمجھتی نہیں۔ تو اس کو دوبارہ پوچھتیں۔ حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے حساب ہوگا اس کو عذاب ہوگا اس پر حضرت عائشہ نے عرض کی کیا اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ پھر قریب ہے کہ وہ حساب کیا جائے آسانی سے — آپ نے فرمایا اس آیت میں جس حساب کا ذکر ہے اس سے (ترازو) کے سامنے لایا جانا مراد ہے۔ اور جس سے مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہوگا۔

**فوائد ومسائل:** امام بخاری نے اس حدیث کو تفسیر ورقاق میں لیکا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح امام مسلم وترمذی نے تفسیر ورقاق میں ذکر کیا ہے۔

**مَن حُوسِبَ کا معنیٰ:** نوقش مناقشہ کے معنیٰ پورا پورا حساب لینے کے ہیں جس میں کسی قسم کی رعایت نہ دی جائے۔ حضور
۲۳۰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے قیامت کے دن مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہوگا اور دوسری روایت میں آیا کہ اس کو عذاب دیا جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اعمال نیک وبد پیش ہوں تو جس سے مکمل حساب ہوگا۔ وہ ہلاک ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جب یہ سنا تو عرض کی کہ حضور قرآن میں تو یہ آیا ہے کہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔ یعنی حضرت صدیقہ نے یہ پوچھا کہ آپ کے ارشاد کا منشا تو یہ ہے جس سے حساب لیا گیا۔ اس کو عذاب ہوگا۔ اور آیت میں یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جن سے حساب لیا جائے گا۔ اور ان کو عذاب نہ ہوگا۔ یعنی اصحاب یمین تو حضور نے جواب میں فرمایا کہ قرآن میں لفظ حساب کا مطلب عرض اعمال ہے کہ ان پر صرف اعمال پیش کر دیئے جائیں گے۔ اور مناقشہ نہ ہوگا۔ اور میرے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس سے مناقشہ ہوگا وہ معذب ہوگا۔

۲۔ اس حدیث سے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت نکلتی ہے۔ کہ آپ علم دین کے حاصل کرنے پر حریص تھیں اور جو بات سمجھ میں نہ آتی تھی اس کو حضور سے سمجھ لیتی تھیں۔ اسی لئے صحابیات میں سب سے اعلم وافقہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مانا گیا ہے۔ ۳۔ یہ بھی واضح ہوا کہ قیامت کے دن بعض لوگ وہ ہوں گے جن سے پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ اور بعض وہ ہوں گے جن پر صرف ان کے اعمال پیش کر دیئے جائیں گے۔ جس آیت کے متعلق حضرت عائشہ نے سوال کیا وہ پوری آیت یہ ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔

تو وہ جو اپنا نامہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت میں حساب سے مراد عرض اعمال ہے یعنی اصحاب یمین سے سہل حساب لئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر ان کے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ وہ اپنی طاعت اور معصیت کو پہچانیں گے۔ پھر طاعت پر ثواب دیا جائے گا۔ اور معصیت سے تجاوز کیا جائے گا۔ یہ سہل حساب ہے جس میں نہ شدت مناقشہ ہے اور نہ یہ کہا جائے گا کہ ایسا کیوں کیا۔ نہ عذر کی طلب ہوگی نہ اس پر حجت قائم کی جائے گی۔ اور جس سے مناقشہ ہوا اور مطالبہ کیا گیا تو اسے کوئی عذر ہاتھ نہ آئے گا۔ اور وہ کوئی حجت نہ پائے گا۔ اس لئے ہلاک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مناقشہ حساب سے پناہ دے۔

---

## بَاب لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

باب کہ جو حاضر ہو غائب کو علم دین کی بات پہنچا دے۔

اس باب میں امام نے جو حدیث ذکر کی ہے۔ اس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو شریح خویلد بن عمرو بن صخر خزاعی کعبی صحابی مشہور نے عمرو بن سعید بن عاص بن امیہ قرشی عموی سے کہا جبکہ وہ مکہ معظمہ کی طرف لشکر روانہ کر رہا تھا (یہ واقعہ ۶۱ھ ہجری کا ہے) اے امیر مجھے اجازت دے تاکہ میں تجھ کو ایک حدیث سناؤں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے روز (یعنی ۲۰ رمضان ۸ھ ہجری میں) ارشاد فرمائی تھی۔ اس حدیث کو میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا الٰہی کے بعد فرمایا۔

إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهٖ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ مَكَّةَ لَا تُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ

۲۳۱ مکہ کو اللہ نے حرام کیا لوگوں نے نہیں کیا۔ کسی مسلمان کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے یہ جائز نہیں ہے کہ مکہ میں خون بہائے۔ اور وہاں کے درخت کاٹے۔ پھر اگر کوئی شخص مکہ میں لڑائی کے جواز کی یہ دلیل بنائے کہ وہاں رسول اللہ نے لڑائی کی ہے تو اس کا جواب یوں دو کہ اللہ نے خاص اپنے رسول کو اجازت دی تھی۔ تم کو نہیں دی۔ اور مجھے بھی جو لڑائی کی اجازت ملی تھی وہ ایک ساعت دن کے لئے تھی اس کے بعد اس کی حرمت آج کے دن ایسی ہی ہو گئی جیسی کل تھی۔ چاہئے کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو یہ حکم پہنچا دے۔ حضرت ابو شریح سے پوچھا گیا کہ یہ حدیث سن کر عمرو بن سعید نے کیا جواب دیا۔ تو حضرت شریح نے کہا۔ یہ جواب دیا کہ اے ابو شریح اس بات کو میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں

وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ۔ (بخاری)

کہ مکہ پناہ نہیں دیتا اس شخص کو جو گناہ گار ہو۔ (یعنی جس پر حدِ شرعی لازم ہو گئی ہو) اور جو قتل کر کے بھاگ جائے اور جو چوری کر کے بھاگ جائے۔

**فوائد:** امام نے اس حدیث کو حج و مغازی میں۔ مسلم نے حج میں اور ترمذی نے حج و دیات میں اور نسائی نے حج اور علم میں ذکر کیا ہے۔ ۲۔ حضرت ابی شریح صحابی ہیں۔ ۳۔ عمرو بن سعید ان کا لقب اشدق ہے یہ مدینہ کا گورنر تھا۔ علامہ عینی و علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔ یہ تابعین باحسان میں سے نہ تھا۔ اور اس کے باپ کے صحابی ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ ۴۔ حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید پلید تخت پر بیٹھا تو اس نے سیدنا امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے بیعت لینی چاہی۔ ان دونوں صاحبوں نے بیعت سے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر حرم مکہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ یزید نے گورنر مدینہ عمرو بن سعید کو مکہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ جب عمرو بن سعید مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا اس وقت حضرت ابو شریح صحابی نے گورنر مدینہ کو حدیث بالا سنا کر یہ بتایا تھا کہ مکہ حرم ہے۔ اور وہاں لڑائی کرنا منع ہے جس کے جواب میں عمرو بن سعید نے کہا یہ مجھے بھی معلوم ہے مگر مکہ ایسے شخص کو پناہ نہیں دیتا جس پر حد شرعی لازم ہو گئی ہو۔ عمرو بن سعید
کا منشا اس جواب سے یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے بیعت سے انکار کیا ہے اور وہ خلیفہ وقت کے باغی ہیں۔ اس ۲۳۲
لئے مکہ میں ان کو پناہ نہیں مل سکتی۔ لیکن حقیقت میں ابن سعید کا یہ خیال غلط تھا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان پر حد شرعی لازم ہو گئی ہو۔ ۵۔ علامہ قسطلانی نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید پلید سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ عبداللہ بن زبیر سے پہلے بیعت ہو چکی تھی اور یزید سے اس کے بعد بیعت ہوئی۔

**حضرت عبداللہ بن زبیر:** حضرت عبداللہ بن زبیر متقی و پرہیزگار تھے۔ اور یزید فاسق و فاجر تھا۔ اس کے علاوہ وہ صحابی تھے۔ اور حضرت زبیر جو حضور اکرم کے پھوپھی زاد بھائی تھے ان کے فرزند تھے۔ آپ کی والدہ حضرت اسمأ تھیں جو حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ کی بہن اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں۔ غرضکہ ان وجوہات کی بنا پر بھی آپ خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔

---

بَابُ اِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ۔

باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کے گناہ کے بیان میں۔
ربعی بن حراش کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جھوٹ مت باندھو کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے چاہیئے کہ وہ جہنم میں جائے۔

اس حدیث کو مسلم نے مقدمہ کتاب میں ترمذی نے علم اور مناقب میں اور ابن ماجہ نے سنت میں ذکر کیا ہے۔

## فوائد ومسائل :

**حضور پر جھوٹ باندھنا سخت گناہ ہے :** گزشتہ باب میں اس امر کا بیان تھا کہ حاضر غائب کو دین کی بات پہنچا دے اب اس باب میں ان احادیث کا ذکر ہے جس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت نہ کی جائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔ کیونکہ حضور اکرم پر جھوٹ باندھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کی سزا جہنم ہے۔ ۲۔ کذب یہ صدق کا ضد ہے جو بات واقع کے مطابق ہو وہ صدق ہے۔ اور جو واقع کے خلاف ہو کذب ہے۔ لا تکذبوا یہ نہی کا صیغہ ہے اور ہر قسم کے کذب کو عام ہے۔ ویسے تو ہر شخص پر جھوٹ باندھنا حرام ہے۔ لیکن اس حدیث میں حضور نے یہ فرمایا کہ "میرے اوپر جھوٹ باندھنا" — جس سے یہ واضح ہوا کہ حضور پر جھوٹ باندھنے کا گناہ غیر پر جھوٹ باندھنے کے گناہ سے اشد ہے۔ کیونکہ جو بات حضور کی طرف جھوٹ منسوب کر دی جائے گی۔ وہ دین اور شریعت بن جائے گی۔ اور حضور پر جھوٹ باندھنا خدا پر جھوٹ باندھنا ہوگا۔ ۳۔ فلیلج النار : اس کا ترجمہ یہ ہے "چاہئے کہ وہ جہنم میں جائے"۔ یہ جواب الشرط ہے اسی لئے یہاں ف موجود ہے۔ اگرچہ یہ امر کا صیغہ ہے لیکن مراد اس سے خبر ہے۔ یعنی مفہوم یہ ہے کہ جو مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ اور بعض شارحین نے
۲۳۳ اس کو بددعا کا جملہ قرار دیا ہے۔ بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ نے نہیں فرمائی اشد کبائر سے ہے۔ اور اگر توبہ کئے بغیر مرے گا تو جہنم میں جائے گا۔ ۴۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ترہیب و ترغیب کے لئے بھی حدیث وضع کرنا اکبر الکبائر سے ہے۔

**حضرت ربعی بن حراش :** اس حدیث کے راویوں میں ربعی اور حضرت علی قابل ذکر ہیں۔ ربعی بن حراش بڑے عابد۔ زاہد۔ متقی۔ پرہیزگار شخص تھے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ان کے دو لڑکے تھے جن پر حجاج ناراض تھا۔ اور ان کے قتل کا حکم دیا تھا۔ یہ دونوں لڑکے اپنے گھر میں چھپ گئے تھے۔ حجاج سے کہا گیا کہ ان کے باپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ربعی سے پوچھا جائے کہ تیرے دونوں لڑکے کہاں ہیں تو فوراً صحیح صحیح بتا دیں گے۔ چنانچہ جب ربعی سے پوچھا گیا تو جواب دیا۔ میرے دونوں لڑکے گھر میں ہیں۔ حجاج نے جب ان کی یہ صداقت دیکھی تو معاف کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ربعی نے قسم کھائی تھی جب تک میرا جنتی یا دوزخی ہونا معلوم نہ ہو ہرگز نہیں ہنسوں گا۔ چنانچہ وہ عمر بھر نہیں ہنسے حتیٰ کہ جب ان کا حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ خلافت میں سنہ ۱۰۱ھ یا سنہ ۱۰۴ھ میں انتقال ہوا تو غاسل نے بتایا کہ ان کے ہونٹوں پر تبسم تھا۔

**حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حالات :** امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم جلیل القدر صحابی۔ حضور کے خلیفہ چہارم ہیں۔ نہایت عابد و زاہد متقی پرہیزگار تھے۔ اور ہر کمال و خوبی میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں اترنے کا آپ کو شرف حاصل ہے آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

حضور نے آپ کی کنیت ابو تراب رکھی۔ اور فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ بنی ہاشم میں پہلے خلیفہ ہیں اور ان چھ اہل الرائے اصحاب میں سے ہیں جن سے حضور راضی تھے۔ تمام مشاہد میں تبوک کے سوا حضور کے ساتھ رہے۔ جنگ احد میں آپ کے بارہ زخم آئے۔ خیبر کی لڑائی کے وقت فوجی جھنڈا حضور نے آپ کو عطا فرمایا اور فرمایا ان کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔ پانچ برس خلافت کے فرائض انجام دیتے رہے ۶۳ سال کی عمر ہوئی کوفہ کی جامع مسجد میں اتوار کی رات ۱۷ رمضان سنہ ۴۰ھ میں شقی ازلی ابن ملجم کی زہر آلود تلوار سے آپ نے شہادت پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ۲۰ پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا اور ۹ کو بخاری نے اور ۱۵ کو مسلم نے انفراداً ذکر کیا۔

عَنْ عَامِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ اِنِّیْ لَا اَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ فَلْيَتَبَوَّاْ ۲۳۴
مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

عامر ابن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت زبیر بن عوام سے کہا کہ میں تم سے حضور کی حدیث نہیں سنتا جیسے فلاں فلاں حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت زبیر بن عوام نے فرمایا کہ میں حضور سے جدا تو نہیں ہوا لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

**فوائد**: اس حدیث کو امام مسلم نے نہیں لیا۔ ابن ماجہ نے سنن میں اور امام نسائی و ابوداؤد نے علم میں ذکر کیا۔

**حضرت عبداللہ بن زبیر**: ان کی کنیت ابو خبیب ہے۔ صحابی ابن صحابی ہیں۔ اور امیر المومنین ہیں۔ یہ مہاجرین مدینہ میں سب سے پہلے اسلام میں پیدا ہونے والے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام اسماء ہے۔ جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی ہیں قبا میں جب پیدا ہوئے تو حضور کی گود میں ان کو ڈال دیا گیا۔ آپ نے کھجور چبا کر ان کو کھلائی۔ اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور تحنیک کی۔ اور دعا دی گویا سب سے پہلے جو غذا ان کو ملی وہ حضور کا لعاب مبارک تھا۔ آپ اطلس تھے داڑھی نہ تھی۔ آپ قائم اللیل اور صائم الدہر تھے۔ رات کو نفل کے لئے کھڑے ہوتے تو صبح کر دیتے۔ یزید کے مرنے کے بعد سنہ ۶۴ ہجری میں اہل عراق۔ یمن اور اہل حجاز نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے عمارت کعبہ کی تجدید کی اور اس کے دو دروازے بنا دیئے۔ ۹ حج کئے۔ اور خلافت کے امور انجام دیتے رہے یہاں تک کہ حجاج نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ (۱۰ ذی الحجہ سنہ ۷۲ھ میں) اور یہ محاصرہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ آپ کے ایک پتھر لگا اور اس سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے جسم مبارک کو سولی پر چڑھایا گیا۔ اور سر مبارک خراسان میں لیجایا گیا۔ آپ سے ۳۳ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے بخاری نے ۶ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

**حضرت زبیر بن عوام :** آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں - مہاجر ہیں - حواری نبی ہیں - یہ اسلام لانے میں چوتھے یا پانچویں تھے - ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب ہے جو حضور کی پھوپھی ہیں - آپ حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر ۱۶ برس کی عمر میں اسلام لائے - تمام مشاہد میں حضور کے ہمراہ رہے - آپ سے ۳۸ حدیثیں مروی ہیں - جن میں سے دو پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا - اور سات حدیثیں بخاری نے منفرداً ذکر کیں - جمل کی لڑائی سے آپ علیحدہ ہو گئے تھے تو ایک جماعت نے آپ کو وادی السباع میں ۳۶ھ میں شہید کر دیا - وادی السباع بصرہ کے قریب ہے - وہیں دفن ہوئے تھے - لیکن بعد میں آپ کو بصرہ میں منتقل کر دیا گیا۔

حضرت زبیر سے کہا گیا کہ آپ فلاں فلاں کی طرح کثرت سے حدیثیں نہیں بیان کرتے اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا اگرچہ صحبت نبوی کا شرف مجھے بھی حاصل ہوا ہے اور حضور کے ارشادات میرے ذہن میں بھی موجود ہیں مگر میں زیادہ حدیثیں اس لئے نہیں بیان کرتا کہ میرے منہ سے ایسی بات نہ نکل جائے - جو حضور نے نہ فرمائی ہو - لہذا میں صرف انہی احادیث کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جن کے متعلق مجھے قطعی طور پر یقین ہوتا ہے کہ یہ حضور ہی کا ارشاد ہے۔

قَالَ اَنَسٌ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

۲۳۵

حضرت انس نے فرمایا کہ مجھے زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ حضور نے فرمایا ہے جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا تو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

**فوائد و مسائل :** امام مسلم نے اس حدیث کو زہیر سے روایت کیا۔ اور نسائی نے علم میں ذکر فرمایا ہے۔

**حدیث بیان کرنے میں صحابہ کا احتیاط :** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت زبیر کی طرح یہ فرمایا کہ

ہم صرف ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جن کے متعلق ہمیں قطعی یقینی ہوتا ہے کہ یہ حضور ہی کا ارشاد ہے - جس سے واضح ہوتا ہے کہ احادیث کی تبلیغ و بیان میں صحابہ کرام بہت احتیاط سے کام لیتے تھے - اور کسی ایسی بات کی نسبت وہ حضور کی طرف نہیں کرتے تھے جس میں انہیں خود شک ہوتا تھا۔

**نوٹ :** اس کے بعد امام نے اسی مضمون کی ایک حدیث اور ذکر کی ہے جس کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا بیان

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِيْ وَلَا

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - میرے نام پہ نام رکھو لیکن میری

تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي وَمَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

کنیت مت رکھو۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ اس نے درحقیقت مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ اور جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا۔ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

**فوائد و مسائل :** امام نے اس حدیث کو ادب میں بھی ذکر کیا ہے اور مسلم نے مقدمہ کتاب میں ذکر فرمایا ہے ۲۔ **لا تکتنوا** یہ باب تفعیل سے یا تفعل سے یا افتعال سے ہے۔ کنایہ کے اصل معنیٰ یہ ہیں کہ کسی چیز کو ذکر کیا جائے۔ اور مراد اس کا غیر ہو۔ ۳۔ اسم علم۔ اگر مدح یا ذم کا اظہار کرے تو اس کو لقب سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اگر مدح و ذم کا اظہار نہ کرے بلکہ اس سے ماں یا باپ کا ہونا ظاہر ہو تو اس کو کنیت کہتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کو اسم کہتے ہیں۔ مثلاً حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ اور لقب تو آپ کے بہت ہیں مثلاً سید المرسلین۔ امام النبیین وغیرہ وغیرہ۔

اس حدیث میں چار امور کا بیان ہے : **اول :** حضور کے نام پر نام رکھنا **دوم :** حضور کی کنیت پر کنیت رکھنا **سوم :** حضور کو خواب میں دیکھنا **چہارم :** آپ پر جھوٹ باندھنا۔

## حضور کے نام پر نام رکھنا جائز ہے : ۲۳

**اول و دوم :** اہل ظاہر نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضور کی کنیت کو اختیار کرنا مطلقاً منع ہے۔ خواہ بیٹے کا نام محمد و احمد رکھا ہو یا نہ رکھا ہو۔ امام شافعی کا مسلک بھی یہی ہے ۲۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ بعض اہل علم نے کہا کہ بیٹے کا نام قاسم رکھنا منع ہے کیونکہ جب بیٹے کا نام قاسم ہوگا تو یہ بات سبب بنے گی ابوالقاسم کنیت رکھنے کی۔ کیونکہ حضور نے انما انا قاسم فرما کر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ ابوالقاسم کنیت میرے ساتھ خاص ہے ۳۔ اہل علم کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ جب بیٹے کا نام محمد یا احمد نہ ہو تو کنیت ابوالقاسم رکھنا جائز ہے۔ لیکن اگر بیٹے کا نام محمد اور احمد ہو تو کنیت ابوالقاسم رکھنا منع ہے۔ ۴۔ لیکن جمہور سلف اور علما کا مسلک یہ ہے کہ یہ نہی اب منسوخ ہے۔ یا یہ حکم حضور کی حیاتِ ظاہری تک تھا۔ اس کے بعد نہیں رہا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ سلف نے اپنے بچوں کا نام محمد و احمد اور اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے۔ دراصل حضور نے اپنی کنیت رکھنے سے منع اس لئے فرمایا تھا کہ بعض لوگ ابوالقاسم کہہ کر پکارتے تو حضور ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ تو وہ جواب دیتے کہ ہم نے آپ کو نہیں بلایا۔ یا یہود از راہِ شرارت ابوالقاسم کہہ کر آواز دیتے۔ اور جب حضور جواب دیتے تو کہتے ہم نے آپ کو نہیں بلایا ہے۔ اس لئے حضور نے اپنے زمانہ مبارکہ میں مذکورہ بالا حکم دیا۔ جو حضور اکرم کی حیاتِ ظاہری تک کے لئے تھا۔ اس کے بعد یہ حکم باقی نہ رہا۔ چنانچہ اس کی تائید حدیث ابوداؤد سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی۔ حضور! کیا آپ کی وفات کے بعد میں اپنے بچوں کا نام محمد اور اپنی کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہوں؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہاں"!